

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ ۲۲ ربیعہ ۱۴۰۵ء بمقابلہ ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات بوقت صبح دس بجکر چالیس منٹ پر زیر صدارت جناب اسپیکر الحاج جمال شاہ کا کڑ بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔  
جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔  
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

مولوی عبدالستین آخوندزادہ

**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ**

**وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتَّعِينُ ۝ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ ط**

(سورہ الداریات آیت نمبر ۶ تا ۵۵)

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو دراصل اس واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے (خلق کے لئے) کوئی رزق نہیں چاہتا ہوں۔ کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ اللہ تو خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ بے شک ظالموں کے لئے عذاب کا وقت مقرر ہے جیسا کہ انہی لوگوں کو انکے حصے کا (عذاب) مل چکا ہے۔ اس کے لئے یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ مچائیں۔ غرض ان کفر کرنے والوں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی تباہی ہے جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے۔

جناب اسپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (وقفہ سوالات) جناب محمد نسیم تریالی صاحب اپنا سوال نمبر ۳۲۸ دریافت فرمائیں۔

☆ ۳۲۸ محمد نسیم تریالی: کیا وزیر مواصلات و تعمیرات از راه کرم مطلع فرمائیں گے کہ،  
 (الف) کیا یہ درست ہے کہ نگران دور حکومت میں نیشنل ہائی وے تا ارگس تحصیل مسلم باغ ۵ کلومیٹر بلیک

ٹاپ روڈ تعمیر کرنے کی منظوری اور ٹینڈر ہو گیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ روڈ کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا تھا؟

(ج) اگر جزو (الف و ب) کا جواب اثبات میں ہے تو عرصہ گزرنے کے باوجود مذکورہ روڈ پر مزید کام نہ کرنے کی کیا وجہات ہیں نیز کیا حکومت اس روڈ پر جلد از جلد کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بتلائی جائے؟

شہزادہ فیصل داؤد (وزیر مواصلات و تعمیرات): (الف) اطلاع عرض ہے کہ نیشنل ہائی وے سے اُرگس تخلیل مسلم باغ ۵ کلومیٹر بلیک ٹاپ روڈ کی نہ منظوری ہی ہوئی ہے اور نہ ٹینڈر ہی ہوا ہے۔

(ب) شنگل روڈ کا ورک آرڈر دینے کے بعد جناب محمد علی جو گیزی منستر صنعت - محنت و افرادی قوت نے اس روڈ کا افتتاح کیا۔

(ج) اس وقت اس شنگل روڈ پر کام شروع ہے اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے ۲ کلومیٹر کنگ کا کام ہو چکا ہے اور مزید کام ہو رہا ہے۔

جناب اسپیکر: کہاں ہے منستر صاحب؟

چکول علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! آپ کی رو لنگ کے باوجود ہمارے منستر حضرات کا یہ حال ہے ابھی اس کا فیصلہ آپ خود ہی کریں دو دن نہیں ہوئے کہ ہم نے اس سلسلے میں واک آوٹ کیا شدت سے احتجاج کیا اور جناب والا نے چیف سیکرٹری کو بھی کہا کہ آپ کے سیکرٹری نہیں آتے ہیں آپ نے بیہاں سی ایکم کو اور اقتدار علیٰ کے لوگوں کو کہا اس کے باوجود جناب والا! منستر صاحب غائب ہیں اس کا آپ نوٹس لیں۔

جناب اسپیکر: جمالی صاحب کدھر ہیں آپ کا منستر آغا فیصل صاحب؟

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): سر! مجھے اس کا علم نہیں ہے کل تو ہم سب اکٹھے قلات میں تھے آج اس کو ادھری ہونا چاہئے تھا اصولی بات تو یہی ہے۔

جناب اسپیکر: جی حافظ محمد اللہ صاحب وزیر کہاں ہیں؟

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): جناب اسپیکر! وہ قلات گیا تھا کل شاید وہاں سے نہیں پہنچا ہے ابھی

پہنچنے والا ہے۔

جناب اسپیکر: تو کسی اور کی ڈیوٹی اس نے نہیں لگائی؟

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): نہیں جناب!

جناب اسپیکر: جمالی صاحب! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ خود نہیں ہے تو کسی اور منستر کی ڈیوٹی لگاتے۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی ویار لیمانی امور): جناب اسپیکر! میں عرض کروں کہ اگر ایک منستر صاحب نہیں آرہے ہیں تو کم از کم ہمیں بھی اطلاع دیں جناب! اس میں آپ ہم کیا کر سکتے ہیں اب وہ ایک ذمہ دار وزیر ہیں اس کو پتہ ہے کہ اگر آج ان کے سوالات کے جوابات ہیں He should آپ کی اتنی ہدایت کے باوجود دیکھیں یہ حال ہے۔

جناب اسپیکر: جمالی صاحب! اب میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ خود نہیں آرہا ہے تو کم از کم کا بینہ کے ارکان کو یہ مشورہ کرتے کہ آج فلاں منستر صاحب نہیں ہے ان کا جواب کس نے دینا ہے۔ اب اگر اس کی غلطی ہے تو کا بینہ نے بھی آپس میں تو مشورہ نہیں کیا۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی ویار لیمانی امور): میری ایک گزارش ہے common sense کی بات ہے کہ اگر ایک وزیر موصوف نہیں آرہا تو اس کا اخلاقی فرض ہے کہ کم از کم وہ پار لیمانی امور کے وزیر کو اطلاع دے دیں کہ جی میں نہیں آ سکتا آپ کسی اور منستر کو designate کر دیں کہ وہ جوابات دیں یا وہ نہیں ہوتے تو میں یہ خدمت کر سکتا ہوں مگر تھوڑی sense of ever responsibility ہے۔

جناب اسپیکر: منستر سی اینڈ ڈبلیو گر کوئی میں موجود ہے تو پانچ منٹ کے اندر اس کو کال کیا جائے۔ اس وقت تک دوسرا کوئی منستر اس کا جواب دیتے رہے جب تک وہ آئے گا۔

سردار محمد اعظم موئی خیل: منستر سی اینڈ ڈبلیو خود بھی ہمارے سوالات کے جواب نہیں دے سکیں گے۔

جناب اسپیکر صاحب: اس ڈیپارٹمنٹ میں اتنا گڑبرڑ ہوا ہے اتنی خوردبرد ہوئی ہے کہ وہ بھی عاجز ہو گا اسی وجہ سے انہوں نے ایوان کو چھوڑا ہے جناب اسپیکر صاحب!

جناب اسپیکر: No اب منستر کو کال کیا جائے۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈووکیٹ: سیکرٹری صاحب بھی موجود نہیں ہے جناب اسپیکر! وہ تو خود موجود نہیں ہے لیکن اس کا سیکرٹری صاحب بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔

جناب اسپیکر: سیکرٹری سی اینڈ ڈبلیو کوکال کیا جائے اور منستر کو بھی اگر کوئی میں موجود ہے۔ آپ تشریف رکھیں رحیم صاحب جمالی صاحب ابھی کیوں سچن کی کارروائی۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی ویار لیمانی امور): ابھی اطلاع آئی ہے کہ ان کی والدہ شدید بیمار ہے ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں کراچی نہ گئے ہوں بہر حال ان کو اطلاع دینی چاہئے اگر وہ تشریف نہیں لاسکتے تو کم از کم ہمیں بتادیتے ہم ہی ان کی طرف سے اس فریضہ کو پورا کر دیتے۔

جناب اسپیکر: یہاں مجھے ایک چھٹی ملی ہے ابھی مجھے سیکرٹری صاحب بتا رہے ہیں کہ رات اس نے اپنے پی اے کوفون کیا ہے پی اے کوفون کرنے کی بجائے وہ کسی منستر کو فون کرتے۔ کہ میں نہیں آ سکتا ہوں میں کراچی جا رہا ہوں۔

چکول علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): منستر صاحب بقول جمالی صاحب کسی ناگزیر حالات کی وجہ سے چلا گیا ہے لیکن یہ سوال ان سے متعلق ہیں کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے وہ اس کا جواب دے۔ ستائیں تاریخ تک موخر کریں۔

جناب اسپیکر: ستائیں کے اجلاس کے لئے اس کو موخر کیا جاتا ہے۔  
سیکرٹری اسمبلی اگر کوئی رخصت کی درخواست ہے اس کو پڑھے۔  
رخصت کی درخواستیں۔

سیکرٹری اسمبلی: محترم وزیر (ریٹائرڈ) کریم محمد یونس چنگیزی صاحب نے مصروفیات کی وجہ سے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست دی ہے۔

سیکرٹری اسمبلی: وزیر خزانہ محترم سید احسان شاہ صاحب سرکاری مصروفیات کی وجہ سے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست دی ہے۔

سیکرٹری اسمبلی: وزیر بلدیات حافظ حسین احمد شروعی صاحب ذاتی مصروفیات کی وجہ سے آج کے اجلاس سے رخصت کی درخواست کی ہے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا مذکورہ تمام درخواستیں منظور کی جائیں؟ (نہستیں منظور ہوئیں)

جناب اسپیکر: جناب محمد نسیم خان تریائی اپنی تحریک اسحقاق نمبر ۲۸ پیش کریں۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی وی پارلیمانی امور): جناب! آج کے اخبار سے مجھے معلوم

ہوا ہے کہ آپ زیر وہا اور شروع کرنا چاہتے ہیں وہ کس وقت ہے؟

جناب اسپیکر: آج کی کارروائی کے بعد میں ہاؤس کے مشورے سے آخر میں رکھا ہے۔

### تحریک اسحقاق نمبر ۲۸

محمد نسیم تریائی: میں بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انصباط کار مجريہ ۱۹۷۴ء کے قاعدہ نمبر ۵۶ کے تحت ذیل تحریک اسحقاق کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ مو رخہ ۳۰ رجبون ۲۰۲۳ء کے اجلاس میں میرے سوال ۱۸۲ اور ۱۸۵ انبر کے جواب میں حرمی کا کوئی کلی گل خان بندگرل پرائزیری اسکول کو دوبارہ فعال کرنے کو سٹہ شہر کے گنجان تریں علاقہ پشتون آباد میں واقع مذہل اسکول کو آپ گریڈ کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی تھی لیکن مذکورہ بالا دونوں یقین دہانیوں پر اب تک عمل درآمد نہیں ہوا ہے نہ ہی مستقبل قریب میں مذکروہ وعدوں کو پورا کرنے کا امکان ہے جس سے نہ صرف اس ایوان کا تقدس پامال ہوا ہے بلکہ وعدہ کمندہ وزیر کو متعلقہ وزارت پر قائم رہنے کا کوئی اخلاقی اور قانونی جواز باقی نہیں رہا۔ لہذا اسمبلی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک جو پیش کی گئی یہ ہے کہ مو رخہ ۳۰ رجبون ۲۰۲۳ء کے اجلاس میں میرے سوال ۱۸۲ اور ۱۸۵ انبر کے جواب میں حرمی کا کوئی کلی گل خان بندگرل پرائزیری اسکول کو دوبارہ فعال کرنے کو سٹہ شہر کے گنجان تریں علاقہ پشتون آباد میں واقع مذہل اسکول کو آپ گریڈ کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی تھی لیکن مذکورہ بالا دونوں یقین دہانیوں پر اب تک عمل درآمد نہیں ہوا ہے نہ ہی مستقبل قریب میں مذکروہ وعدوں کو پورا کرنے کا امکان ہے جس سے نہ صرف اس ایوان کا تقدس پامال ہوا ہے بلکہ وعدہ کمندہ وزیر کو متعلقہ وزارت پر قائم رہنے کا کوئی اخلاقی اور قانونی جواز باقی نہیں رہا۔ لہذا اسمبلی کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے۔ اس کی admissibility پر بولیں گے۔

محمد نسیم تریائی: جناب اسپیکر شکریہ! تعلیم جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اکیسویں صدی ہے ہونا تو یہ چاہئے کہ

حکومت تمام علاقوں کو بلا معاوضہ ہر کلی کے لئے تعلیم کا بندوبست کرتی۔ مگر وعدے کے باوجود ہم نے جو بار بار یہ نکتے اٹھائے ہیں کہ فلاں علاقہ میں اسکول نہیں ہے تعلیم کی بری حالت ہے ٹیچر نہیں ہے مگر ان پر کچھ نہیں ہو رہا ہے جناب والا! جیسا کہ تحریک استحقاق میں ذکر ہے کہ قلعہ عبد اللہ کے علاقے ارمینی کا کوزئی جو کم از کم چچاس کلیوں پر مشتمل ایک علاقہ ہے جس میں صرف ایک گرلن پر ائمہ اسکول ہے چچاس کلیوں کی آبادی میں میں سمجھتا ہوں کہ اس علاقے کی وسعت چچاس کلیوں سے زائد ہے اور اس کی آبادی دولاکھ سے زائد ہے مگر باوجود اتنی کثیر آبادی والے علاقے کے وہاں گرلن پر ائمہ اسکول تک نہیں ہے بار بار اس کے لئے کہا ہے منظر صاحب تو وعدہ کر لیتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں اسلام میں بھی یہی ہے کہ وعدے کی مکمل پاسداری کریں۔ پہلے تو یہ ہے کہ اگر آپ وعدہ پورا نہیں کر سکتے ہیں تو نہ کریں اور کوئی نہ کی جو آبادی ہے۔ آپ کو علم ہے کہ نیٹ شہر کی آبادی جو سولہ لاکھ سے اوپر ہے جس میں سب سے گنجان آباد علاقہ پشتون آباد ہے وہاں کی آبادی اس وقت چار لاکھ کے قریب ہے وہاں صرف ایک ڈل اسکول ہے ایک سال سے مسلسل ہم لوگ یہاں چیخ رہے ہیں ایک اسکول اور دے دو یا اس کو آپ گریڈ کریں اگر نئے اسکول نہیں کھول سکتے ہیں تو اس کو کم از کم آپ گریڈ کر دیں اس دفعہ ۲۰۰۷ء۔ ۲۰۰۸ء کی پی ایس ڈی پی میں سونئے پر ائمہ اسکول تھے باون ڈل اسکول ہیں چھبیس ہائی اسکول ہیں مگر جو اسکول دیئے ہیں پی ایس ڈی پی میں ہیں مگر اس کو آپ گریڈ نہیں کیا جا رہا ہے میں ایوان کے فلور پر تمام اراکین سے گزارش کروں گا یہ بہت اہم مسئلہ ہے کہ کم از کم ان چچاس کلیوں کے لئے تو ایک اور گرلن اسکول کھولنا چاہئے وعدوں کے مطابق پشتون آباد میں جو ڈل اسکول ہے اس کو آپ گریڈ کر کے ہائی کا درجہ دیا جائے۔

جناب اپیکر: سردار صاحب!

سردار محمد عظیم موسیٰ خیل: پوائنٹ آف آرڈر جناب اپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے خاص کرایجو کیشن کے حوالے سے پی ایس ڈی پی میں اپوزیشن کو بائی پاس کیا گیا ہے اپوزیشن کے حلقوں میں نہ آپ گریڈ ایشن کے لئے کوئی اسکول دیا گیا ہے نہ کوئی ہائی اسکول دیا گیا ہے نہ وہاں کسی کالج کا اجر عمل میں لا یا گیا ہے میرے علاقے موسیٰ خیل میں سات پرانے ڈل اسکول ہیں۔

جناب اپیکر: سردار صاحب! اس تحریک استحقاق کے بارے میں بول سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نقج میں

موسیٰ خیل نہ لائیں۔

سردار محمد اعظم موسیٰ خیل: جناب اسپیکر! جیسا کہ نسیم تریائی صاحب کی تحریک استحقاق ہے منظر صاحب نے ہمارے سامنے وعدہ کیا تھا یہ وعدہ انہوں نے نہیں نجھایا ہے اسپیکر صاحب! ہماری یہی التجا ہے جو وعدے ہوتے ہیں ایوان کے اندر یا ایوان کے باہر ان کو نمٹایا جائے اور ان کو پورا کیا جائے۔

جناب اسپیکر: او کے۔ جی حافظ صاحب!

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): جناب اسپیکر! تحریک استحقاق واقعی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ تعلیم کا مسئلہ ہے بچوں کے مستقبل کا مسئلہ ہے جناب نسیم تریائی صاحب اور میرا ضلع ایک ہی ہے جو ان کی چاہت ہے جو ان کی چاہت ہے وہ میری چاہت بھی ہے لیکن ان کی بات بجا ہے کہ منظر فلور پروعدہ کرتا ہے اور اپنے وعدے کو نجھاتا نہیں ہے اور ہمارے بلوجتنان کی روایات اسلامی روایات کے نتے نظر سے یہی ہیں کہ اگر ایک آدمی وعدہ کرے تو اس وعدے کو نجھائے۔ دوسری بات میں یہ کروں گا کہ ہمارے اپوزیشن کے ساتھیوں کا یہ گلاشکوہ بھی بجا ہے کہ مناسب تو یہ تھا کہ منظر یہاں موجود ہوتا وہ آتا ذمہ دار فلور ہے لیکن وہ نہیں آیا ہے۔ آپ سے یہ request ہے کہ ان کو اپنے طریقے سے کہیں تاکہ جس دن اس کے ساتھ تعلق ہو سوالات کا یا تحریک استحقاق کا اس میں کم سے کم وہ حاضری دیں جناب اسپیکر! نسیم تریائی صاحب کی خدمت میں میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ گرلز پرائمری اسکول کو جو نعال کرنے کا جو وعدہ کیا گیا ہے اسی طرح پشتوں آباد مڈل اسکول کو اپ گریڈیشن کا۔ میں نے بھی آپ گریڈیشن کے حوالے سے تجویز دی ہیں اپنے منظر ایجوکیشن کو اسی طرح گرلز اسکولوں کے حوالے سے میں نے دی ہیں میرا خیال اور دوستوں نے بھی دی ہیں ابھی تک کسی کا بھی نہیں ہوا ہے جو ۲۰۲۳ء کی PSDP میں جو کچھ ہم نے بلاک ایلوکیشن میں یا name by دیا ہے ایک بھی ابھی تک نہیں ہوا ہے تو ہماری بھی یہی حالت ہے جیسے آپ کی ہے۔

محمد نسیم تریائی: جناب اسپیکر! آپ اندازہ کر لیں کہ مہینے بجٹ کے گزر گئے اور ابھی تک اسی بجٹ پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو باقی ۲ مہینوں میں بجٹ پر کیا عمل ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ متعلقہ وزیر کو مستغفی ہونا چاہیے جو اپنی تجویز کردہ اسکیمیات پر عمل نہیں کر سکتے پھر باقی پر کیا عمل کریں گے۔

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): جناب اپیکر! میں اس بات پر آ رہا ہوں کہ جب مولانا عبدالواسع صاحب اسلام آباد گئے تھے ایکنک کی میٹنگ میں تو چاروں صوبوں سے انہوں نے پر اگر لیں رپورٹ طلب کی تو بلوجہستان ریلیز میں سب سے آ گئے تھا یعنی ڈولپمنٹ کے حوالے سے جو پیسے ریلیز کرنے تھے وہ سب سے آ گئے تھا لیکن کام کرنے میں سب سے زیر یعنی پیچھے تھا اور پنجاب ریلیز میں سب سے پیچھے تھا کام کرنے میں سب سے آ گئے تھا تو اصل مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم نے کمیٹ میں بھی اٹھایا چیف منستر نے بھی اس پر اسٹینڈ لیا ہے کہ ہمارے جو سیکرٹری حضرات ہیں وہ اس میں کچھ دیکھائیں تاکہ یہ کام اپنے وقت سے پہلے پہلے مکمل ہو سکے تو انشاء اللہ ہماری کوشش یہی ہے اور جناب نسیم تریالی صاحب کو میں کہتا ہوں جس طرح پچھلے دنوں میں نے ذمہ داری لی اس کی ذمہ داری بھی میں لے لیتا ہوں میں آپ کے ساتھ ہوں جب بھی آپ چاہیں میں جاؤ نگا منستر کے پاس کہ آپ نے وعدہ کیا کیوں نہیں بھایا اسلامی روایات اور پیشون، بلوج روایات بھی ہیں۔

چکوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اپیکر! یہ وعدہ پہلے بھی کیا تھا خدا کریں یہ وعدہ بھی اس جیسا نہ ہو۔

میر محمد عاصم کرد گیلو (وزیر مال): جناب اپیکر صاحب! تحریک استحقاق نمبر ۲۸ محمد نسیم خان تریالی صاحب نے پیش کی ہے جیسا کہ ہمارے محترم منستر ہیلٹھ نے انہیں یقین دلایا ہے کہ منستر ایجوکیشن آج نہیں ہے وہ جب بھی آئینگے میرا بھی اس سے وعدہ ہے کہ وہ اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دے انشاء اللہ جب وہ آئے گا ہم ذمہ دار ہیں آپ کا ہم اس کے پاس جائیں گے جو اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ اسے بخاہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ خود بھی اسے بخاہیں گے شکریہ جناب اپیکر!

جناب اپیکر: جی نسیم صاحب!

محمد نسیم تریالی: جناب اپیکر! میں معزز منستر کی یقین دہانی پر اپنی تحریک پر زور نہیں دیتا ہوں۔

جناب اپیکر: (تحریک پر محرک نے زور نہیں دیا تحریک نہ مٹائی جاتی ہے)

جناب چکوں علی ایڈوکیٹ اپنی تحریک استحقاق نمبر ۳۹ پیش کریں۔

### تحریک احتجاج نمبر ۳۹

کچوں علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): تحریک یہ ہے کہ حکومت بلوچستان نے ۲۰ جولائی ۲۰۰۷ء کو جو لوکل گورنمنٹ کمیشن بغير اپوزیشن لیڈر کے کسی شہری کی نامزدگی سے تشکیل دیا گیا ہے وہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس ۱۳۲ کی دفعہ ۲۰۰۷ء کی ذیلی شق (ب) کے خلاف تشکیل دیا گیا ہے جسکی وجہ سے میرا احتجاج مجروح ہوا ہے اور ساتھ متذکرہ کمیشن نے اب تک جو بھی کارروائی کی ہے یا کرتا ہے۔ وہ قانونی نقطہ نگاہ سے باطل سمجھا جاتا ہے اس لئے اسے اسی کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلہ پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر: تحریک یہ ہے کہ حکومت بلوچستان نے ۲۰ جولائی ۲۰۰۷ء کو جو لوکل گورنمنٹ کمیشن بغير اپوزیشن لیڈر کے کسی شہری کی نامزدگی سے تشکیل دیا گیا ہے وہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس ۱۳۲ کی دفعہ ۱۳۲ کی ذیلی شق (ب) کے خلاف تشکیل دیا گیا ہے جسکی وجہ سے میرا احتجاج مجروح ہوا ہے اور ساتھ متذکرہ کمیشن نے اب تک جو بھی کارروائی کی ہے یا کرتا ہے۔ وہ قانونی نقطہ نگاہ سے باطل سمجھا جاتا ہے اس لئے اسی کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلہ پر بحث کی جائے۔ محکم اپنی تحریک کی پر کچھ کہنا چاہیں گے؟ admissibility

(اس مرحلے پر جناب ڈپلی اسپیکر کری صدارت پر ممکن ہوئے)

کچوں علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر! کچھ چیزیں ایسے ہی ہوتی ہیں۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی ویا ریمانی امور): جناب اسپیکر! اگر مجھے اجازت دی جائے کہ-----

Minister S&GAD on point of order.

جناب ڈپلی اسپیکر:

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی ویا ریمانی امور): جناب اسپیکر صاحب! یہ آج جو ہمارے محترم کچوں علی نے جو احتجاج دیا ہے جس وقت وہ لیڈر آف اپوزیشن نہیں تھے اس کا ایک نویقیدش ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ کر سناؤں۔

جناب ڈپلی اسپیکر: جی اجازت ہے please جمالی صاحب!

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی ویا ریمانی امور): On the request of the honourable Members of the Provincial Assembly of

Balochistan BNM,JWP & BNP. The honourable Speaker of the Provincial Assembly has been pleased to declare Mr.Kachkol Ali Adovcate ,MPA of Balochistan Provincial Assembly as the leader of the opposition with effect from 1st March 2003 . He is entitled to the facilities to provide under the Balochistan Assembly Members salaries and allowances Act 1994 read with Balochistan Assembly Members salaries and allowances amendment No.2003.

اس کے علاوہ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا جیسے یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا استحقاق مجموع ہوا ہے ایڈیشن سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کا کہنا ہے کہ ہم نے لوکل گورنمنٹ کے سلسلے میں سمری بنانے کے لئے ایم صاحب کو بھجوائی تھی سی ایم صاحب نے جناب شعیب نو شیر وانی، اور عبدالجبار خان اچنڈی کا نام برائے کمیشن بھجوایا جس کا ٹوپنیکشن کر دیا گیا ہے اب سی ایم صاحب بھی اس پارے میں وضاحت کر سکتے ہیں۔

جناب ڈیپلی اسپیکر: کچکول صاحب! جیسے کہ منستر صاحب نے بیان دیا کہ اپوزیشن پنځر سے بھی اس میں سی ایم صاحب نے نمائندگی دی ہے۔

کچکول علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! ہمارے minister law نے جو پہل کی میں تو اخلاقاً خاموش ہوا grievances میری ہیں آپ مجھے سنیں جب مدعی کورٹ میں جاتا ہے تو بونڈ ہے کہ عدالت پہلے مدعی کو سینیں آپ نے تو مدعی کو سننا تو ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی کھبار اسمبلی تحلیل کی جاتی ہے تو ہم لوگ جاتے ہیں کہ اسمبلی کو بحال کیا جائے کہتے ہیں کہ جی جز ل صاحب سے میں گے آپ کا روں بھی وہی ہمارے نجی صاحبان کے ہے۔

جناب ڈیپلی اسپیکر: کچکول علی صاحب! کہنا کیا چاہتے ہیں آپ فرمائیں۔

کچکول علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): سر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک right ہے قانون کے تحت ہمیں دیا گیا ہے میں اس قانون کو پڑھ لون گا یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے سی ایم صاحب نے اپوزیشن کو

بھی accommodate کیا ہے میں اسکی فراخ دلی کا بھی شکر گزار ہوں لیکن جناب! قانون، قانون ہوتا ہے یہاں قانون میں لکھا ہوا ہے کہ آپ اسکو ملاحظہ فرمائیں clause 131 کی B کو Two Members from the civil society one each founded by the leader of house and leader of opposition.

یہ دونوں اس نے ٹریئری پنچر کا بھی خود ہی نامزد کیا ہے اور اپوزیشن کی طرف سے بھی اس نے نامزد کیا ہے میں کہتا ہوں یہ ایک plenty violation according to law ہے سر! یہ ایک If the orginal constitution اور ہمارے قانون کی زبان میں کہتے ہیں کہ order is white or the subsequent order would be white

ابھی یہ جو constitution automatically, کے متعلق آپ نے قانون ہی نہیں بنایا ہم وہ demand کرتے ہیں۔ سینٹی کمیشن کے تحت مجھ سے آئی جی ایف سی کہتا ہے کہ کچھ لوگوں نے قانون بنادیا ہے تو ضروری جزو ہیں آئیں۔ میں نے کہا جناب والا یہ جو کر رہے ہیں یہ قانون خود انہوں نے بنادیا ہے ابھی میں دیکھ رہا ہوں کہ سینٹی کمیشن میں انہوں نے مجھے ignore کیا ہے سینٹی کمیشن کی کل میٹنگ ہوتی ہے انہوں نے جو ایک nomination کی جنہوں نے جو ایک illegal committee تھا مجھے اس میں شریک ہونا تھا وہ ضروری تھا۔ آپ کو بتا دوں کہ اس سلسلے میں میں نے لیٹر بھی سی ایم کو لکھا ہے سیکرٹری کے پاس گیا ہوں اسکے علاوہ میں لوکل گورنمنٹ کے سیکرٹری کے پاس گیا ہوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں اگر آپ لوگوں نے نہیں کیا میں آپ کو آپ سے مراد اس chair کوئی ایم کو court میں ایک petition file کروں گا یہ تو قانون بناتے ہیں یہ خود قانون کی violation کرتے ہیں تاکہ آپ لوگوں کی یہ جو غیر قانونیاں ہیں کوڑتھیں تاکہ انکا cognizance لے۔ اور میں کہتا ہوں اس کو dissolve کیا جائے اور اگر نامینیشن میں مجھے یہ consult کرتے کہ اس میں عبدالجید اچکزی کو ہم نے لیا ہے عبدالجید زیارت وال کو ہم نے لیا ہے یہ کیا ایک دوست تھا ہم لوگ انہیں دے دیتے لیکن جو

جو کسی قانون کے تحت حقوق کسی کو دیئے جائیں تو میں کہتا ہوں انہیں اس طرح  
infringe کرنا مناسب بات نہیں ہوگی۔

جناب ڈیپی اسپیکر: کچھوں صاحب! میں نے آپ کی بات بھی سنی گورنمنٹ کی طرف سے منظر ایس اینڈ جی  
اے ڈی نے بھی بیان دیا ہے۔

### رولنگ

میں یہ رولنگ دیتا ہوں leader of the opposition کی جو grievances ہیں۔  
اس کے مطابق منظری آف لاء according to the law عمل درآمد کراہیں۔

(ڈیک بجائے گئے)

جناب ڈیپی اسپیکر: جی جی۔

سردار محمد اعظم موسیٰ خیل: میری تحریک التوانہ ۲۶ جو پیش ہونا تھی وہ آج پیش نہیں ہوتی اس کے ساتھ  
میری تحریک التوانہ کیوں رکھا ہے جناب اسپیکر صاحب! اس کی وضاحت کی جائے؟

جناب ڈیپی اسپیکر: اس کے لئے اسپیکر صاحب نے اپنے چیمپر میں آرڈر کیا ہے وہ چوبیس کے اجلاس میں  
پیش کی جائے گی۔ جی محمد نسیم تریالوی صاحب اپنی قرارداد نمبر ۲۲ پیش کریں۔

محمد نسیم تریالی: جناب اسپیکر! میرا نام محمد نسیم تریالی ہے صحیح آپ پکاریں۔

جناب ڈیپی اسپیکر: جی اگر میں نے pronunciation کی کوئی  
غلطی کی ہے۔

### قرارداد نمبر ۲۲

محمد نسیم تریالی: یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ صوبہ  
بلوچستان حالیہ خشک سالی کی وجہ سے سخت مشکلات میں مبتلا ہے اور آئے دن مہنگائی نے عوام کا جینا دو بھر کر  
دیا لہذا بلوچستان کے واٹر سپلائی ٹیوب ویلوں کا بل فلیٹ ریٹ کے مطابق چار ہزار روپے کے حساب سے  
وصول کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ صوبہ بلوچستان حالیہ خشک سالی کی وجہ سے سخت مشکلات میں مبتلا ہے اور آئے دن مہنگائی نے عوام کا جینا دو بھر کر دیا لہذا بلوچستان کے واٹر سپلائی ٹیوب ویلوں کا بل فلیٹ ریٹ کے مطابق چار ہزار روپے کے حساب سے وصول کیا جائے۔ اس کی admissibility پر آپ کچھ کہیں گے۔

محمد نسیم تریائی: شکر بچنا ب اسپیکر! جیسا کہ قرارداد میں ذکر ہے کہ روز بروز اس ملک میں مہنگائی بڑھتی جا رہی ہے بے روزگاری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں جو طلباء فارغ ہو رہے ہیں اس کے لئے کوئی نوکریاں نہیں ہیں جو ہماری زمینداری تھی وہ ختم ہونے کے قریب ہے اب جو گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے کہ عوام تک پینے کا صاف پانی مہیا کرنا صحت کے لئے ہسپتال کا قیام۔ تعلیم کے لئے تعلیمی ادارے کھونا یہ ضروریات ہیں مگر اس کے باوجود وہاں پر کچھ بھی نہیں ہے آپ اس کا اندازہ کریں اس ملک بالخصوص اس صوبے میں اس وقت سینکڑوں ٹیوب ویل جو پی ایچ ای کے زیر استعمال تھے پی ایچ ای نے قائم کئے تھے اب مکمل طور پر بند ہونے کو ہے اور بند ہے سوائے چند کے۔ میں صرف کوئی مثال دیتا ہوں کہ صرف کوئی میں کچھ ایسے ٹیوب ویل ہیں کہ وہ بحال ہیں باقی تمام صوبے میں شاید ایک دو ضلعے ایسے ہوں جس میں ایک دونوں ہوں مگر باقی تمام ٹیوب ویل جو کیمونی کے تحت چل رہے ہیں وہ مکمل طور پر بند ہیں کیونکہ ان ٹیوب ویلوں پر واپڈا کے لاکھوں روپے کے واجبات ہیں واپڈا نے مکمل طور پر ان سے بچلی منقطع کر دی۔ اور وہ ٹیوب ویل جس پر لاکھوں روپے ایک ٹیوب ویل جس پر پچیس لاکھ روپے کے قریب خرچ بھی ہوئے ہیں مگر واپڈا کے ظلم کی وجہ سے واپڈا کے غلط بلوں کی وجہ سے وہ آج تک بند پڑے ہوئے ہیں۔ صرف میرے حلقة میں اس وقت درجنوں ٹیوب ویل ہیں جو بند ہیں وہاں کے غریب لوگ کچھ نہیں کر سکتے یہ بلوں کو ادا نہیں کر سکتے۔ یہ چونکہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں ہے یہ تمام صوبے کا اس تمام معزز اکائیں کا مسئلہ ہے میں کہتا ہوں کہ اس پر تمام کو اتفاق کرنا چاہئے۔ اور اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مفسٹر صاحب!

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): جی مجھے ذراوضاحت کرنے دیں بات یہ ہے جناب اسپیکر! جناب نسیم تریائی

صاحب نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے یہ مسئلہ دو تین دفعہ کیبنٹ کے اجلاس میں بھی زیر بحث لائے ہیں کہ ۱۹۹۲ء سے جو کیونٹی سسٹم۔ وائزپلائی اسکیم کے حوالے سے حکومت نے ایک روپ بنایا ہے وہ بالکل ناکام ہو چکا ہے شاید اس کیبنٹ میں جو دوست تھے ان کو یاد ہو گا کہ ہم نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اس کو flat rate پر کیا جائے کیونکہ لوگ غریب ہیں ایک طرف قحط سالی کا شکار ہیں دوسرا طرف آپ میٹر کے حساب سے ان سے بھلی کی payment چاہتے ہیں جو میرا اپنا ٹیوب ویل ہے اس کا ایک لاکھ سے اوپر بھل کا بل آتا ہے لیکن لوگوں کے بس سے باہر اس کا ادا کرنا۔ میرے خیال میں اس قرارداد میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے ہماری مخالفت ہو۔ ہم اس قرارداد کی حمایت کرتے ہیں۔

جناب ڈیپی اسپیکر: سردار صاحب!

سردار محمد اعظم موی خیل: میں اس قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے حال یہ خشک سالی کی وجہ سے ہمارے جو صوبے کے زمیندار تھے انکی حالت خراب ہوئی ہے۔

جناب ڈیپی اسپیکر: سردار صاحب قرارداد پیش ہوئی محرک نے بولا اور حکومت نے اس کی حمایت کر دی ہے جی مفہوم ایں اینڈ جی اے ڈی پوائیٹ آف آرڈر۔

میر عبد الرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): تحریک تو اچھی ہے میں صرف point of information میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رات بھی ہماری پی ایم سے بات ہوئی ہے ٹیوب ویل کے لحاظ سے۔ زراعت کے لحاظ سے آج بھی بلوچستان کو ایک رعایت مل رہی ہے فلیٹ ریٹ مل رہا ہے چار ہزار روپے ماہانہ ہے جہاںکہ مجھے علم ہے کسی اور صوبے کو نہیں مل رہا ہے اور یہاں پر انہوں نے پوائیٹ اٹھایا ہے۔ E-P کا ہے پانی پینے کے لحاظ سے اس کو آپ منع نہیں کر سکتے ہیں۔ اور انسانی زندگی بھی اس پے ہے اس لحاظ سے بھی دو تین دفعہ ہم نے کوشش کی ہے کہ cabinet اس پے dicision اور ایک meeting، uniform workout کریں اگر تھوڑا سا صبر کر لیں تو یہ مسئلے حل ہو جائیں گے۔

جناب ڈیپی اسپیکر: سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے موقف پیش کر رہے تھے

جناب وزیر صحت اور عبدالرحمٰن جمالی صاحب نے جو کچھ کہا تھیں کہا۔ لیکن بات یہ ہے یہ عوامی مسئلہ ہے پی ایم سے بات ہوئی ہے بالکل ثابت بات ہوئی وہ تو آگے بھی چلیں گے لیکن، ہم اس قرارداد کی حمایت کریں میرے خیال میں ہم اس قرارداد کی حمایت کریں۔

اسوال یہ ہے کہ قرارداد نمبر ۶۲ کو منظور کیا جائے؟ (قرارداد منظور ہوئی)

محترمہ فرح عظیم شاہ اپنی قرارداد نمبر ۶۹ پیش کریں

محترمہ فرح عظیم شاہ: جناب اسپیکر! یہ قرارداد میں نے پچھلے سال جون ۲۰۰۴ء سے پہلے میں نے جمع کرائی تھی۔ لیکن اس کی باری اب آئی ہے چونکہ بجٹ اجلاس میں بھی اس کا اعلان ہو چکا ہے۔ اروز یہاں عظم نے بھی اس کا سنگ بنیاد رکھا ہے ان وجوہات کو منظر کھتے ہوئے میں اپنی قرارداد کو واپس لیتی ہوں۔

جناب ڈیپی اسپیکر: محکمہ کے بیان کے بعد قرارداد نمبر ۶۹ نمائی جاتی ہے۔

جناب چکول علی صاحب اپنی قرارداد نمبر ۹۱ پیش کریں۔

### قرارداد نمبر ۹۱

چکول علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ مرکزی حکومت سے رجوع کرے کہ ایل ایف او کے تحت موجودہ صدر کے غیر آئینی وغیر قانونی احکامات نے نہ صرف ۳۷۱ء کے آئین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بلکہ جمہوریت کے تقاضے کے برخلاف پاکستان کا پارلیمانی نظام صدارتی طرز حکومت بن چکا ہے جبکہ پاکستان ایک وفاقی جمہوری مملکت ہے جس میں اختیارات کا سرچشمہ ملک کے وزیر اعظم اور وفاقی کابینہ ہوتا ہے۔ لہذا صدر پاکستان کی جانب سے جاری شدہ تمام احکامات اور آئین میں تراجمیں کو قانونی جواز کے حصول کے پیش نظر قونی اسمبلی و پارلیمنٹ میں برائے بحث و منظوری پیش کیا جائے۔

جناب ڈیپی اسپیکر: قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ مرکزی حکومت سے رجوع کرے کہ ایل ایف او کے تحت موجودہ صدر کے غیر آئینی وغیر قانونی احکامات نے نہ صرف ۳۷۱ء کے آئین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بلکہ جمہوریت کے تقاضے کے برخلاف پاکستان کا پارلیمانی نظام صدارتی طرز حکومت بن چکا ہے جبکہ پاکستان ایک وفاقی جمہوری مملکت ہے جس میں

اختیارات کا سرچشمہ ملک کے وزیر اعظم اور وفاقی کابینہ ہوتا ہے۔ لہذا صدر پاکستان کی جانب سے جاری شدہ تمام احکامات اور آئین میں ترمیم کو قانونی جواز کے حصول کے پیش نظر قومی اسمبلی و پارلیمنٹ میں برائے بحث و منظوری پیش کیا جائے۔

اس قرارداد میں جناب رحمت علی نے اپنی ترمیم پیش کی ہے۔ میں ان سے کہونگا وہ بھی اپنی ترمیم پیش کریں۔

رحمت علی بلوچ: جناب! اس میں ۷ اویں ترمیم کو بحث کیلئے شامل کیا جائے۔

جناب ڈیپی اسپیکر: اس قرارداد میں جو ترمیم جو پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرارداد نمبر ۹۱ کے آخری سطر لفظ احکامات اور آئین میں ترمیم کے پیش لفظ اے اویں ترمیم کو بحث کے لئے شامل کیا جائے۔ جی محرك۔

کچوول علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر! یہ ایک important قرارداد ہے ہمارے ملک کی جمہوریت اور اداروں کیلئے کاش کے ۲ مہینے قبل اس کو اسمبلی کے فورط پر لے آتے لیکن پھر بھی دریا اید درست آیا۔

جناب ڈیپی اسپیکر: عبد الرحمن جمالی ذرا پوائنٹ آف آرڈر he is allowed کچوول صاحب آپ تشریف رکھیں۔

میر عبد الرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): میرے محترم نے دو ماہ قبل پہلے قرارداد پیش کی تھی اور یہ آج آئی ہے۔ مگر اس کی نوعیت اور صورت حال کچھ مختلف ہے۔

It has become an act of parliament and LFO is no more reality.

پھر آپ کھڑے ہو جائیں۔

جناب ڈیپی اسپیکر: آپ admissibility پے بول رہے ہیں۔ اور وہ پوائنٹ آف آرڈر پے ہے۔

کچوول علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): آپ کے جذبات ہمارے سب مسائل سے بہت مخلصانہ ہیں لیکن خدا کے لیے یہ پاکستان کی سیاسی کلچر پر ہے اور یہ پسمندہ صوبہ میر عبد الرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): اگر یہ LFO نہ ہوتا تو آج ہم

اسی میں نہ ہوتے میں اسی لحاظ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج یہ موقع نہیں ہے اس قرار داد کو گرچکوں  
علیٰ واپس لے لیں تو بہتر ہے۔

جناب ڈیپلی اسپیکر: Minister is already on point of order.

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): تو میں ان سے گزارش کروں گا جذباتی  
تقریبہ کریں اس کے بعد ہمیں موقع دیا جائے۔ تاکہ میں وہ قانون quote کروں۔ جس کے تحت یہ  
خلاف ضابط ہوگا۔

جناب ڈیپلی اسپیکر: جی گچکوں صاحب!

گچکوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب! اس میں موسم کچھ تبدیل ہو چکا ہے بارشیں ہوئی  
ہیں اور ساتھ ساتھ سیاسی ماحول بھی تبدیل ہو چکا ہے پرانم منظر آف پاکستان بلوچستان میں آ  
چکے ہیں۔ جناب والا! آپ سنیں ہمارے اسپیکر کو سنبھل کی عادت نہیں ہے اور آپ ہمیں سنیں۔

جناب ڈیپلی اسپیکر: جی میں سن رہا ہوں۔

گچکوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! یہ جو میری قرار داد ہے اس کی  
last portion قسم کا آدمی ہوں وہ جو extremist وہ کہتے  
ہیں ان قوانین کو اسی میں پیش ہی نہیں کیا جاتا ہے اس لئے کہ مشرف صاحب آرٹیکل چھ کی زد میں آتا۔  
لیکن ہم دیکھ لیں کہ جتنے آرڈیننس تھے وہ برائے منظوری اسی میں پیش کئے۔ میرے پاس اس وقت  
انگریزی رسالہ Herald ہے اس مہینے کا۔

- ذبح خانہ پارلیمنٹ کو اس نے ذبح خانہ treat کیا ہے۔  
قصاب خانہ ہے یا ذبح خانہ ہے۔

The LFO introduce the Parliament amendment to the 1973 constitution many of which, were never presented in the Parliament . In some cases amendment, were sought to clause they had already been modified .  
جناب وہ جو اچھے آرڈیننس تھے

جس سے پارلیمانی نظام برقرار ہو سکتا تھا جو اس نے بحث تجویض سے ان حکمرانوں نے آرڈیننس اسمبلی کے فلور پر پیش نہیں کیا۔ مجھے غور سے سنیں اس کا Herald نے اس میں ذکر کیا ہے۔

The LFO introduce the parliament amendment to the 1973 constitution many of which ,were never presented in the parliament in some cases amendment ,were sought to clause they had modified .

جناب! وہ جو اچھے آرڈیننس تھے جس سے پارلیمانی نظام برقرار ہو سکتا تھا جو اس وقت تشریف بحث تجویض تھے ہمارے حکمرانوں نے ان آرڈیننس کو اسمبلی کے فلور پر پیش نہیں کیا۔ مجھے غور سے سنیں میں کہہ دیتا ہوں اس کا Herald نے اس میں یک بیک ذکر کیا ہے۔

Article 51(5) clause 426 which refer to election of women seat omitted not presented .

Article 52 (b) president empower to dissolve the National Assembly not presented .

Article 41(b) election of president assumption of office having reduces the democratic not presented.

جناب والا! اس اگر آپ دیکھیں یہاں۔

The jurisdiction of the high court not presented.

Elimination of Sharit court judge not presented.

working of supreme court judiciary member not presented.  
constitution of permanent election commission with four judge member were not presented.

جیسا کہ میں نے قرارداد کے آخر میں کہا تھا کہ جتنے یہ قوانین ہیں انہیں اسمبلی کے فلور پر برائے

بحث و تجھیص لایا جائے جو اسمبلی کے ممبران ہیں وہ انہیں دیکھ لیں کہ جو کوئی قانون سیاسی مفادات میں ہے وہ انہیں منظور اور مقبول کر لیں اور جو آرڈیننس صدر صاحب جاری کئے ہیں وہ پاکستان کے عوام کے خلاف ہیں پارلیمنٹریں کو چھوڑیں انہیں رد کریں اس وقت میرے پاس نیوز لائن ہے۔ یہی کاشمara ہے یہ ایم ایم اے کے سکریٹری جنرل مولانا فضل الرحمن سے انہوں نے سوال کیا ہے اس کا جواب کیا دیا گیا ہے۔

During General Zia tenure the amendments were accepted, مولانا صاحب سے سوال کیا تھا کہ why is the situation is so different now. جنرل صاحب کی ترامیم کو تو آپ نے منظور کیا تھا اب اس کو کیوں نہیں منظور کرتے ہیں۔ اس پر مولانا فضل الرحمن کے جواب کو ملاحظہ کریں۔

In General Zia time the eighth amendment was introduced before the Parliament.

(مدخلت) جناب والا! دیکھیں میں اس وقت ایک بہترین بحث کر رہا ہوں۔

جناب ڈیپٹی اسپیکر: کچکوں صاحب منستر کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کا حق ہے۔

کچکوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! اس دفعہ چودھویں ترامیم کو وہ اسمبلی میں نہیں لائے ہیں۔ اگر خدا آپ کو صبر دے سننے کا تود کیجیے لیں یہاں Herald (رسالہ) کیا کہتا ہے۔

The MMA Member have been failed to protest when the Govt. in its attempts to bulldoze the bill .

۷۔ ویں ترامیم کو بلڈ وز کیا۔

At 11:30 pm with instruction that it would convene at 12:15 am to ensure no body will left the Assembly all exists points were locked.

سارے دروازوں کو بند کیا گیا تھا پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر انہوں نے ان ترامیم کو پاس کر لیا۔ حتیٰ کہ

ہمارے ٹریئری بخ والوں نے عتر اخض کیا یہ جو کارروائی ہے کہ رہا ہے یہ ہمارے ساتھ ایک زیادتی ہے جناب والا! اور ہم یہ دیکھ رہے ہیں یہاں جو سڑھویں ترمیم لائی گئی ہے اور اس میں جو ایل ایف او ہے وہ اس کی mother ہے۔

**جناب اسپیکر: جس کے تحت یہ کہا گیا ہے** Mother of LFO is 17 (088)

(اس مرحلہ پر جناب اسپیکر گیارہ بجکر پنیتیس منٹ پر کرسی صدارت پر بیٹھے)

**جناب اسپیکر: جی کچکوں صاحب!**

**کچکوں علی ایڈوکیٹ (قا۱د حزب اختلاف):** جناب! آپ کو پتہ نہیں ہے کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں لیکن یہاں ہم بول رہے ہیں ایل ایف او پر۔ آپ ڈسٹریب تو ہوں گے۔ لیکن ہم بول رہے ہیں جناب والا! ایل ایف او جو سب سے بڑا دردسر ہے۔

**جناب اسپیکر: آپ قرارداد کی admissibility پر بول رہے ہیں؟**

**کچکوں علی ایڈوکیٹ (قا۱د حزب اختلاف):** جی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ جو This (a) 270 article is mother of LFO. جس کے تحت غیر قانونی آرڈر مشرف صاحب نے پاس کئے تھے جس میں جتنے فرمان جاری کئے تھے وہ human right کے خلاف ہیں خاص طور پر وہ آرڈر نہیں کے آرڈر اور فرمان ہے کہ مغرب کے ولڈ بنک اور ایٹریشنل مانیٹری فنڈ کو جور عایت دیتے ہیں کہ پاکستان کی جواکانومی ہے اس کی پالیسیوں کو ولڈ بنک اور ایٹریشنل مانیٹری فنڈ ہی طے کرے۔ اور اس میں ہجھچایا جاتا تھا ایل ایف او کو ٹیبل کرنے میں اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ جو مالیاتی بین الاقوامی ادارہ ہے وہ معیشت کے حوالے سے پاکستان کی سیاست کو اپنے قابو میں already کر چکے ہیں اور جو ہماری سیاسی اور معاشی فیصلہ ہے وہ ہم نام کے لحاظ سے کر لیں گے۔

**جناب اسپیکر: وہ پاؤئٹ آف آرڈر پر ہیں۔**

**کچکوں علی ایڈوکیٹ (قا۱د حزب اختلاف):** جناب والا! ہم ایک اچھی بحث کر رہے ہیں پھر ہم نکلیں گے وہ تو نہیں جانتے ہیں کہ

What is LFO

**شعیب احمد نوشیر وانی (وزیر داخلہ):** ہم آپ کو برداشت کر رہے ہیں آپ ہمیں نہیں کر رہے ہیں۔

چکول علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): آپ بعد میں بات کریں دو گھنٹے تک کریں۔

جناب اسپیکر: نوشیر وانی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ چکول صاحب آپ جاری رکھیں۔

چکول علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ جو ایف او ہے اس نے ہمارے آئین کی بنیادی structure ہے جو ظفر اللہ شاہ کا فیصلہ ہے اس کو بھی اس نے ختم کیا ہے۔ میں بحثیت ایک آئین کے طالب علم کے ایک وکیل کے یہ کہتا ہوں کہ ابھی آپ کا یہ ملک پہلے پارلیمانی طرز جمہوریت یہاں رانج تھا ابھی یہاں صدارتی نظام حکمرانی رانج ہے۔ یہاں سارے اختیارات کا سرچشمہ ابھی صدر مملکت ہوگا۔ اسکے علاوہ جناب والا! جو نیشنل سیکورٹی کونسل ہے یہ وہ مسائل ہیں جس وقت جو نیجوں کے period میں بھی انہیں اٹھایا گیا تھا۔ اُسوقت جو نیجوں کے period میں ضیاء الحق کی جو پارلیمنٹ تھی، شیر بازمداری اپنی کتاب میں ”ڈس ریوزن جرنی“ میں کہتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ ایک trouthless parliament تھی۔ اُس پارلیمنٹ نے بھی انہیں ۲۹ دن ان آڑ مینسوں پر debate کیئے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جو کمزور وزیر اعظم جو نیجوں کے مطابق ہے کہا تھا کہ ”میں سیکورٹی کونسل کو ہرگز برداشت نہیں کروں گا کیونکہ ایک غیر آئینی اور ایک غیر جمہوری ادارے کو پارلیمنٹ سے بالاتر کیا جائے“، جس میں جزل مشرف اپنے دیگر جرنیلوں کے ساتھ پارلیمنٹ کے اوپر ایک الگ پاور ہوگا۔ اور وہ جس وقت چاہے اور جس وقت اُن کی من کرے وہ پارلیمنٹ اور سیاست دانوں کو نالائق اور corrupt قرار دیتے ہیں، اور الزام لگاتے ہیں کہ آپ لوگ ملک کو آئین کے مطابق نہیں چلا رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب والا! یہ جو ادارہ انہوں نے propose کیا ہے آرمی نے، آرمی کہتی ہے کہ آئین میں ایک قانونی اور سیاسی حیثیت دی جائے۔ اگر پاکستان کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ آرمی کی ذمہ داریاں change ہو، ملک کے دفاع کے بجائے وہ سیاست میں آجائے جیسا کہ ابھی چیف آف آرمی کے ساتھ ہمارا صدر بھی ہے۔ کل ہاؤس کے جو ایڈ مرل ہوں گے یا انکی جو ایئر فورس کے جزل ہوں گے وہ بھی نیشنل سیکورٹی کے ممبر ہوں گے اور یہ وقت دو status enjoy کر سکیں گے۔ یہ بھی ایک غیر آئینی چیز ہوگی۔ یہ بھی اُن کے حلف کے برخلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ حلف لیں گے کہ ہم لوگ مساوئے پروپریٹیشنل آرمی کے ہم لوگ اور کسی ادارے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ آپ کیوں ان اداروں کے بڑے

ذمہ دار آفیسر ان اور جرنیل حضرات کو بھی ڈیملائر کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں آپ ایک civil status بھی دیں گے۔ یہ sir ایسے حالات ہیں کہ ہمیں courage ہونا چاہیے۔ سیاست دانوں کو جرأت ہونی چاہیے۔ ہمارے جرنیل جو شروع ہی سے لگے رہے ہیں کہ ”بھتی پاکستان کی سیاست کے اصل مالک وارث ہم ہو جائیں“۔ وہ ہمیں بد نجتی سے وہ ہیں۔ جب تک وہ نہ چاہیں کسی کی appointment نہیں ہوگی۔ نہ کسی گورنر کا نہ کسی وزیر اعظم کا یہ سارے اُن کا کرتا وہ صرفا ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہی جو ہمارے ادارے اس وقت مغلوب الحال ہیں۔ ڈیموکریسی، ڈیموکریسی نہیں رہی۔ ان کے ساتھ، میں ادب کے ساتھ کہتا ہوں میں ایک لاء آفیسر ہوں ہمارے judiciary کو بھی جرأت نہیں ہوئی ہے۔ اُس کو بھی انہوں نے رد کیتے ہیں جناب والا! جس کی وجہ سے ہمارا سیاسی کلچر دن بدن بدتر ہو رہا ہے۔

جناب اسپیکر: کچلوں صاحب!

کچلوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! میں ادب کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے۔۔۔۔۔  
میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی ویار لیمانی امور): جناب والا! تحریک تو admit نہیں ہوئی ہے یہ تو full تقریب کر رہے ہیں اس پر۔۔۔۔۔

کچلوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): میں استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اجازت دیدیں میں کچھ جناب کے سامنے لا رہا ہوں آپ یہی سمجھیں جناب والا! کہ پاکستان کا سیاسی کلچر ابھی تک zero میں ہے۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی ویار لیمانی امور): ان کے کہنے سے تو نہیں ہو سکتے ہیں۔

کچلوں علی ایڈوکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! یہ کتاب ہیں یہ سارے intellectual ہیں ظفر عباس بھی کہتا ہے اور تیجی بختیار بھی کہتا ہے یہ سارے لکھے پڑھے لوگ ہیں یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کا جو سیاسی کلچر ہے وہ دن بدن ابتر ہوتا جا رہا ہے۔

جناب اسپیکر: کچلوں علی صاحب پلیز آپ کا ہو گیا ہے۔

میر عبدالرحمن خان جمالی (وزیر ایں اینڈ جی اے ڈی قانون ویار لیمانی امور): اب تک کوئی سیکورٹی کو نسل نہیں ہے نہ بنی ہے۔

جناب اسپیکر: عبدالرحمن جمالی صاحب! آیک منٹ۔ کچوں صاحب ابھی آپ کا وقت زیادہ ہو گیا ہے ابھی آپ اسکو مختصر کر دیں۔ جی۔

کچوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! مجھے بولنے دیں۔

جناب اسپیکر: آپ کب سے بول رہے ہیں کچوں صاحب!

کچوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب والا! یہ ایسے مسائل ہیں کہ اسکے لئے ہمیں بولنا چاہیے پھر ہم کیوں یہاں آئے ہیں، ہم لوگ مکران سے یہاں آتے ہیں اسیلی کے معاملات کیلئے ہم رات ایک بجے تک جناب! تیاری کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: تو آپ کو ہم نے بولنے دیا ہے آپ مختصر کریں باقی بھی اراکین نے بولنا ہے۔ کیا صرف آپ بولیں گے؟

کچوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب کچھ ایسی باتیں ہیں کہ یہ ہماری مستقبل کے لئے ہیں۔

جناب اسپیکر: خواہ مخواہ۔ آپ ذرا مختصر کریں ابھی۔

کچوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): ہم لوگوں کو ان خوش آمدی نے تباہ کیا ہے۔ کہ ایک آدمی جو غیر قانونی صورت میں آیا ہے، ہم لوگ وقتی مفادات کی خاطر اسکو، کیا اسکے قدموں کو چومنتے ہیں۔ اور ہمیں یہ پتہ نہیں کہ سو سال یا میں سال بعد کیا ہو گا۔ اس پر ہم لوگوں کو بولنا اس پر ہم لوگوں کو debate کرنا ہے جناب والا!

جناب اسپیکر: ok۔ کچوں صاحب۔

کچوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): اور یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ یہ ایک پارلیمانی طرزِ مملکت ہے۔ یہ ایک وفاق ہے۔ یہاں اختیارات کا سرچشمہ وزیر اعظم کو ہونا چاہیے۔ یہاں اختیارات کا سرچشمہ وفاقی کابینہ کو ہونا چاہیے۔ یہاں گورنر گورنر کی appointment وزیر اعظم کے مشورے سے ہونی چاہیے۔ جناب والا! آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ یہ جو 17th amendment ہے آپ تو مجھے تفصیلاً بولنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ اس میں سارے جو بڑے بڑے عہدوں پر جو تعینات کے اختیارات

تھے وہ سارے president نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں جناب والا! یہ سارے اپنے ریٹائرڈ جرنیلوں کو لاٹیں گے ہمارے سول اداروں میں۔ ہُداؤ کیلئے ہمیں ہوش میں آنا چاہیے۔ ہم لوگ ان معاملوں میں اتنے compromise کر چکے ہیں کہ ہم لوگوں کی جو سیاسی۔۔۔

جناب اسپیکر: کچکوں صاحب! پلیز مہربانی کر کے۔۔۔ حیم صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو بھی موقع دیتا ہوں آپ کو ok۔

کچکوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): ہم لوگ ان جرنیلوں کی، ان طالع آزمالوگوں کی بالکل ٹاؤٹ ہو چکے ہیں۔ اسکی وجہ سے ہمارا سیاسی کلچر دن بدن بدستور ہوتا جا رہا ہے۔

جناب اسپیکر: کچکوں صاحب پلیز ok۔ مہربانی۔

کچکوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): ہم جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ جو یہ 17th amendment انہوں نے پیش نہیں کی ہے اسکی ابھی تک توسعہ و منظور مطلوب ہے۔ انہوں نے غندڑہ گردی کر کے پارلیمنٹ کو اس پر debate کرنے کی اجازت نہیں دی جس کی اجازت دینا ضرورت تھی جیسا کہ ضیاء کے period میں انتیس دن اس پر debate ہوا تھا یہ چھوڑ دیتے b (2) 58 جس کو ایک پارلیمنٹ نے amend کی تھی two third نے اور اسکو پھر ضیاء صاحب نے ایک ordinance کے ذریعے پاس کرالیا۔۔۔

شعیب احمد نوшیر والی (وزیر داخلہ): جناب اسپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب اسپیکر: آپ کو موقع دیں گے۔ یہ چونکہ محرک ہے ان کو تھوڑا ازیادہ وقت دیا گیا ہے۔ جی۔

کچکوں علی ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): یہ اسکو فور پہنچی نہیں لائے کہ پارلیمنٹریں یہ دیکھ لیں کہ یہ جو تواریخ مشرف صاحب نے اپنے ہاتھ میں لی ہے ہم لوگ اس پر discuss تو کر لیں۔ اس کو بھی بغیر 17th amendment کا Presentation before the Parliament اور 17th amendment part and parcel یہ باندرا گیا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ LFO اور یہ

یہ بالکل سب سے بڑا فراڈ ہے پاکستان کی تاریخ کا اور ہم انہیں بالکل نہیں مانتے ہیں۔

جناب اسپیکر: ok۔ مہربانی کچکوں علی صاحب۔ جی نوшیر والی صاحب!

شعیب احمد نو شیر وانی (وزیر داخلہ): جناب اسپیکر۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: جی، نو شیر وانی صاحب!

شعیب احمد نو شیر وانی (وزیر داخلہ): یہ میرے کھڑے ہونے پر تھایا گچکوں صاحب کی تقریر پر تھا وضاحت ہوئی چاہیئے نا۔ جناب اسپیکر! جس طرح گچکوں علی صاحب نے اپنی قرارداد پیش کی اُس پر میں زیادہ بات نہیں کروں گا لیکن point to point چند باتیں کروں گا۔ جناب اسپیکر! LFO is not

17th amendment یہ LFO any more. pass ہو کر عوام تک پہنچی ہے اب اس پر implementation باقی ہے۔ یہ اس پوائنٹ پر آ جاتی ہے۔ جہاں تک یہ بات کرتے ہیں کہ Presidential form of government کی طرف ایک سفر شروع ہو چکا ہے۔ تو میں، اور جو پارلیمانی طرز حکومت اور وفاق کے جوادا رے ہیں اُن کے اختیارات میں کمی لائی گئی ہے اور صدر کے اختیارات کو بڑھایا گیا ہے۔ اور یعنی پارلیمنٹ کے تمام اختیارات سلب کر دیئے گئے ہیں ختم کر دیئے گئے ہیں اُن کی حیثیت کو ختم کر دیا گیا ہے تو میں یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ جو LFO اس آئین کا حصہ بنائے تو انہی اداروں کی وجہ سے۔ اگر یہ ادارے انہیں نہ بناتے، ہم یہی لوگ نہ بناتے تو کبھی بھی یہ آئین کا حصہ نہیں بنتے۔ انہی لوگوں نے انہی اداروں نے اپنے اختیارات اپنی طاقت اُسی کے ذریعے اسکو پاس کر کے آئین کا ایک حصہ بنایا۔ جناب اسپیکر! ایک یہ وفاق کے جوادا رے ہیں ہمارے دونوں چاروں صوبائی ادارے ہیں انہوں نے صدر پاکستان کو آئینی طریقے سے ووٹ دیکر ملک کا ایک منتخب صدر قراردیا ہے وہ بھی آئین کا ایک حصہ بنتا ہے۔۔۔۔۔ (مداخلت)

جناب اسپیکر: ok۔ اب آپ نہ بولیں۔ اکبر میٹنگ صاحب آپ بیٹھیں۔ مینگل صاحب غلط بات ہے یا صحیح بات ہے انہیں کہنے دیں اسکے بعد آپ پھر جواب دیں۔

شعیب احمد نو شیر وانی (وزیر داخلہ): جناب اسپیکر! اس پر بھی میں بات کروں گا چاروں صوبوں سے میرا مراد یہ ہے کہ انہوں نے اسوقت اکثری طور پر منتخب صدر ہیں ہمیں قبول کرنا چاہیئے۔ ہمیں حقیقت سے مُنہ نہیں پھیرنا چاہیئے (ڈیک بجائے گئے)۔ اسوقت ملک کے منتخب صدر ہیں چاہے ہم جتنی بھی جذباتی

تقریر کر لیں چاہے ہم جس طرح کی بھی بتیں کریں جیسا کہ ہم نے پچاس سالوں میں کی ہیں لیکن اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے نہ پہلے ہمیں پہنچا ہے نہ آئندہ ہمیں پہنچ گا لیکن جو حقیقت آج ہے ہمیں کم سے کم اسکا حقیقت کو مانتا ہے۔

جناب اسپیکر: کچوں صاحب آپ ان کی تقریر میں interfere نہ کریں۔

شعیب احمد نوшیر وانی (وزیر داخلہ): جناب اسپیکر! اگر ہمارے دوستوں نے اس ملک کے لئے اس ملک کی ترقی کیلئے، اس ملک کے عوام کی پسمندگی کو دور کرنے کی قربانیاں دی ہیں تو ہم انکو appreciate کرتے ہیں یہ نہیں کہ ہم ان کی قربانیوں کو نہیں مانتے ہیں۔ لیکن جہاں حقیقت کی بات ہے کم سے کم اسے قبول کرنا چاہیئے۔ ہم LFO کی بات کرتے ہیں ٹھیک ہے ابھی تو جناب! یہ آئین کا حصہ بن گیا ہے۔ کیا یہی لوگ LFO کے تحت حکومت میں نہیں آئے؟ کیا یہی لوگ LFO کے تحت انہوں نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا؟ کیا ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے ان کے اپنے لوگ آئے ہیں ڈسٹرکٹ ناظم بنے ہیں اُس setup میں انہوں نے حصہ لیا جو qualification requirements کے اُن میں حصہ لینا کیا یہ LFO کا حصہ نہیں تھا؟ آج جب یہ آئین کا حصہ بنے ہیں آج یہ آ کر ان کے اوپر بات کرتے ہیں۔ اس کو آئین کا حصہ بھی ہم نے بنایا ہے۔ نیشنل اسمبلی میں کونسے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں؟ ہم اپنے لوگوں کو، اب وہ زمانہ نہیں رہا شعور، ہم میں آچکا ہے politically awareness ہم میں آچکی ہے۔ لوگوں کو ہم یوقوف نہیں بنا سکتے۔ ہم ہی لوگ ہیں جو نیشنل اسمبلی میں بیٹھے ہیں، ہم ہی لوگ ہیں جو سینٹ میں بیٹھے ہیں۔ ہم ہی لوگ ہیں جو Provincial Assembly میں بیٹھے ہیں۔ کس نے ہمیں ووٹ دیا ہے؟ لوگوں نے ہمیں ووٹ دیا ہے۔ یہی عوام نے ووٹ دیا ہے۔ لوگ اسے آئین کا حصہ مانتے ہیں آپ کیوں نہیں مانتے آپ رسالوں کا حوالہ نہ دیں آپ کس رسالے کی بات کرتے ہیں اس طرح میں بھی پچاس رسالے لاتا ہوں جنہوں نے ایل ایف او کے حق میں لکھا ہے کیا ان رسالوں کی بات ہوئی ہے آج یہاں پر بلوچستان اور پاکستان اور اس کے عوام کی بات ہے۔ خداراہ ایل ایف او کو بحث نہ بنائیں اور اپنے کو اس میں نہ الجھائیں اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے ملک اور مستقبل روشن کے لئے کام کریں۔ اور ان بحث و مباحثوں میں نہ الجھے۔ کسی نے یہ کہا کہ آئندہ اس ملک کا کیا ہوگا

اور کسی نے بیروز گاروں کو روزگار سے متعلق بات کی آپ پالسیاں بنائیں ہمیں تجویز دے۔ ہمیشہ تجزیی negative سوچ رکھ کر ہم نے اپنے ملک کا مستقبل بھی negative میں رکھ دیا ہے۔ جتنی سیاسی شعور آپ میں ہے وہ مجھ میں نہیں ہو سکتی ہے، ہم نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے اور آئندہ بھی سیکھیں گے۔ لیکن جو غلطیاں یا کمی آپ کی ہے یہ ہمارا فرض نہ تھا ہے کہ اس کی نشاندہی کریں جس طرح آپ ہماری خامیوں کو دور کرتے ہیں۔ آپ ہمیں برداشت کریں ہم جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں اور ایک پالیسی کے تحت کام کرنا چاہتے ہیں آپ ہماری مدد کریں اگر ہم آئین بناتے ہیں وہ ملک کی خدمت کے لئے اگر کسی حکومت میں آتے ہیں وہ بھی اس ملک کی خدمت کے لئے تو آئیے ہمارے ساتھ ملکر قوم و ملک کی خدمت کریں۔ ہمیشہ یونٹی میں ایک یونیفارم کی صورت میں آزادی حاصل کی جوانوں سے ہم لڑیں اور اس سے کامیابی حاصل کی ہے ایک یونٹی کی صورت میں ایک یونیفارم کی صورت میں آج ہم سمجھ لیں کہ ہم اس ایل ایف او کو مانتے ہیں۔ اور وہ اسے نہیں مانتے اور وہ ہم سے الگ ہے۔ اس طرح نہیں ہم آپ کو اپنے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ آپ اس بات کا تاثر اس فورم پر بار بار دے رہے ہیں۔ کبھی بلوجستان کے حقوق کے حوالے سے کبھی آئین کے حوالے سے کیوں آپ ہمیں اپنے سے الگ کرتے ہیں۔ آپ ہمیں برداشت کریں بھلے ہماری کوتا ہیوں کو کپڑیں ہماری کوتا ہیوں کی نشاندہی کریں ایسے بلاغر جس کا کوئی مقصد نہیں ان را ہوں پر چلیں تو اس سے اس ملک کا کوئی مستقبل نہیں۔

جناب اسپیکر: جی رحمت علی صاحب!

رحمت علی بلوج: جناب اسپیکر! جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے میں مختصرًا کچھ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ جس طرح ہمارے وزیر داخلہ نے جذباتی انداز میں تقریر کی تو ہم قطعی طور پر یہ نہیں سوچتے کہ ہم اس ملک سے الگ ہیں اگر وہ ہمیں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں وہ ان کی اپنی صلاحیتیں ہیں لیکن جس طرح یہ قرارداد پیش ہوئی ہے ایل ایف او کے حوالے سے ہمارے لیڈر اف اپوزیشن نے تفصیلی اس پر بحث کی ایک اچھے انداز سے لیکن معلوم نہیں وزیر موصوف کو کیوں بر الگ۔ جناب والا! ہم ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت پسند ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے جمہوری ادارے مضبوط ہو پارلیمنٹ کی بالادستی قائم ہو۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں یہاں کسی کو ملک کیلئے نہ عوام کے لئے بلکہ اکثریت کو اپنی منسٹریوں کا شوق ہے۔ ہمیں شوق نہیں جذباتی

نعرہ لگانے کی جس طرح شعیب صاحب کو شوق تھا انہوں نے وال چانگ کی صدر مشرف کی حمایت میں جس کے صلے آج ان کو وزارت مل ہوئی ہے ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں جو جمہوری ادارے یہیں ان کی بالادستی کو بحال رکھنے کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور نہ ہم نے فوجی حکمرانوں کو مانا ہے اور نہ کہ آج پارلیمنٹ پر قبضہ کئے ہوئے ہیں ان کو ہم مانتے ہیں۔ صدر مشرف کو آئینی صدر نہیں مانتے۔ غیر آئینی طریقے سے زور زبردستی اپنے کو صدر منتخب کروایا ہے۔

جناب اسپیکر: عبدالرحیم زیارتوال صاحب! اذ راجح تصریح۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈوکیٹ: جناب اسپیکر! سب سے پہلے وزیر موصوف ایں اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور نے کہا کہ ایل ایف اونہ ہوتے تو ہم یہاں نہ ہوتے میں ان کے جواب میں یہ کہتا ہوں اگر ایل ایف اونہ آتا تین چار سال تک جو تھیں میں جمہوریت کا جو گلہ گونٹا گیا اور غیر جمہوری حکومت بنی وہ نہ ہوتا۔ ایل ایف او غیر قانونی طریقے سے آیا ہے عوام کی منتخب گورنمنٹ کو ختم کیا گیا اور ایک آمرا نہ حکومت عوام پر مسلط کر دی گئی اور آج بھی ان کا جو آئین ہے ہم نے تو ۱۹۴۷ء کے آئین کے تحت حلف لیا ہے جعفر خان صاحب تشریف فرمائیں جو کہ اس وقت کری کی صدرات کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۴۷ء کے آئین کے تحت حلف ہے اور ہم نے ۱۹۴۳ء کے تحت حلف لیا ہے آج ہمیں یہ پڑھوایا گیا ہے جس کی آرٹیکل (۲) ہے۔

- (1) Any person who abrogates or attempts or conspires to abrogate subverts or attempts or conspires to subvert the constitution by use of force or show of force or by other unconstitutional means shall be guilty of high treason.
- (2) Any person aiding or abetting the acts mentioned in clause (1) shall likewise be guilty of high treason.

اور پارلیمانی نظام میں اختیارات وزیر اعظم کے پاس آئین کے تحت جناب اسپیکر! اب وہ اختیارات اس کی کابینہ اور وزیر اعظم سے چھین کے کسی اور کو دینا اس کے معنی یہ ہے کہ وفاقی پارلیمانی نظام نہیں ہے

دوسری بات میں منحصر کہنا یہ چاہتا ہوں کہ سپریٹی پارلیمنٹ کی ہوگی عوام کی منتخب پارلیمنٹ کی ہوگی اور یہ بات ہم یہاں نہیں کہہ رہے ہیں میں جناب اسپیکر! بتانا یہ چاہتا ہوں کہ پوری دنیا جس بات پر متفق ہے میرے دوست وزراء صاحب جان اس کو کیوں تنازعہ بنارہے ہیں کیا پوری دنیا اس بات پر متفق ہے کہ فوجی سربراہان اقتدار سنجا لے اور عوام گلیوں میں پھرتے رہے جناب اسپیکر! اقتدار بنانے کے لئے عوام ہیں عوام اقتدار بناتے ہیں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عوام کے اقتدار کا گلہ گھونٹ کے اس پر زبردستی قبضہ کیا گیا ان کی حق حکمرانی کو غصب کیا گیا تو جناب اسپیکر! میں تیسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہہ رہے تھے کہ لوگوں کو بے وقوف بنارہے ہیں not at all ہم کبھی بھی لوگوں کو بے وقوف نہیں بنارہے ہیں جناب اسپیکر! میری ایماندارانہ رائے ہے کہ واقعاً اگر کسی نے پاکستان کو چلانا ہو تو یہ جمہوری طریقے سے چل سکے گا اور اس کے نقصانات ہم نے دیکھے ہیں میں کسی کو اس بارے میں مورد الزام نہیں ٹھہرا تا ہوں پتہ نہیں کس کی کیا مجبوری ہے کس کی کیا مجبوری ہے میری بھی ایک مجبوری ہے اور وہ مجبوری ایماندارانہ طور پر میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کیا اس ملک کو ہم چلائیں گے یا نہیں چلائیں گے جن طریقوں سے ہم نے چلا�ا آدھا ملک کھو دیا جناب اسپیکر! اکثریت ہمارے ملک کی ہم سے چلی گئی ہے اور اس میں ہم سب ذمہ دار ہیں اور اس کمیشن کی روپڑ سب کے سامنے آگئی ہے اور اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ کس نے کیا تھا اور کس نے کیا تھا تو جناب اسپیکر! ملکوں کو عوام بچاتے ہیں ملکوں کے عوام اس ملک کا مالک ہوتے ہیں فوج ہم نے بنائی ہے جناب اسپیکر! ملک فوج کے لئے بنائی ہے۔ فوج ملک کے لئے بنائی ہے ملک عوام کا ہے اور عوام اپنے ملک کے خود محافظ ہیں جناب اسپیکر! اس کے علاوہ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ وہ ترقی کے راستے اپناتے ہیں پلان بناتے ہیں مستقبل کی سوچتے ہیں میں ایمانداری سے کہہ رہا ہوں کہ مستقبل کی پلان ہم مستقبل پر یہ بات کر رہے ہیں کہ اس ملک کا مستقبل کیا ہونا چاہیے اس ملک کا اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس ہونا چاہیے حق حکمرانی عوام کو حاصل ہو یا اس کے مقابلے میں ان قوتوں کو یا ان لوگوں کو جو غیر قانونی طریقے سے ہمارے اقتدار میں مداخلت کرتے ہیں اس کو چھین لیتے ہیں اس میں جناب اسپیکر! میں ایک فقرے کا اور اضافہ کرتا ہوں اس بات پر کہ یہ چیزیں ہم کس قیمت پر قبول کر رہے ہیں جناب اسپیکر! فوج کا جو اقتدار ہے فوج نے جس طریقے سے اس کو غصب کیا ہے۔

جناب اپسیکر: رحیم صاحب! ذرا مختصر کر دیں، جی۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈووکیٹ: جی مختصر! ۱۷ اگست ۱۹۲۷ء سے پھر ۱۹۵۶ء کا آئین بننے تک  
جناب اپسیکر! جتنے بھی آئین فارمولے بننے کی کوشش کی گئی ان کو سبوتاش کیا جاتا رہا کس لئے  
سبوتاش کیا جاتا رہا جناب اپسیکر! پہلے دن سے ان قوتوں کی خواہش اور ضرورت یہ تھی کہ ملک کے اقتدار  
میں یہ اپنے آپ کے لئے حصہ داری بنائیں ۱۹۵۶ء کا آئین اس کو پھر منسون کرنا پھر اس کے بعد ۱۹۶۲ء کا  
کا آئین مارشلائی آئین پھر اس ۱۹۶۲ء کے آئین پھر ایک جزل کے ذریعے منسون کرنا پھر ۱۹۷۳ء کا  
بمشکل ایک ایسا آئین اس ملک میں آیا کہ پہلی مرتبہ لوگ اس کو ایک آئین سمجھنے لگے اور اس آئین میں بھی  
اس کے خالق نے جو ترمیمات کی وہ اپنی جگہ پر لیکن اس کے بعد اس آئین کا حلیہ بگاڑ دیا گیا ۱۹۸۷ء کے  
آئین کو پہنچیں ہے کیا بنا دیا گیا۔ جناب اپسیکر! صرف دونوں طبقے کو شیخی کی گئی کہ وہ جو آئین بناتھا اس  
میں جو کچھ لکھا ہوا تھا اس کی خلاف ورزی بھی ایک جزل نے کی جناب اپسیکر! اور اس نے کہا کہ یہ آئین  
کاغذ کے چند اوراق کی کتاب ہے میں اس کو ایسی پہنچ دیتا ہوں جناب اپسیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ  
کاغذوں کے اوراق نہیں تھے جناب اپسیکر! آئین ملک کی سب سے مقدس امانت ہوا کرتا ہے آئین ہی  
کے تحت تمام چیزیں چلتی ہیں آئین میں ہی تمام لوگوں کے حقوق جیسے ابھی میں نے کہا کہ آئین کو اگر کسی  
نے ایسا کیا ویسا کیا انہوں نے خود لکھا ہے اس کی سزا یہ ہونی چاہیے وہ کیا ہے کیا نہیں ہے جناب اپسیکر! تو  
میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ آئین کو انٹرپ کیا گیا بار بار آئین میں مداخلت کی گئی پھر جناب اپسیکر! آپ کو گوش  
گزار کروانا چاہتا ہوں ہمارے ہائی کورٹ میں خداۓ نور صاحب پیش ہوئے تھے ان کے ہاتھ میں ایک  
ڈگری تھی اور انہوں نے ہائی کورٹ کو کہا کہ یہ ڈگری میں نے فلاں مدرسے سے لی ہے تین ہزار روپے میں  
اور اس پر میں ایکیشن کے لئے کھڑا ہو رہا ہوں میں کو الیگانڈ نہیں ہوں بلی اے نہیں ہوں گریجویشن میں نے  
نہیں کی ہے تو ہائی کورٹ نے اس کی بھی اجازت دے دی ہماری عدالتوں نے جن چیزوں کو عدالت  
ہمارے یہاں وکیل صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں اور میرے سے زیادہ جاننے والے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کسی  
بھی قانون کی عدالت تو سچ کرتی ہے اس کی وضاحت کرتی ہے کسی بھی لاء میں کسی بھی آئین میں عدالت  
مداخلت نہیں کر سکتی فرد واحد کو اختیار نہیں دے سکتی۔ دے دیا اب دینے کے بعد اس شخص نے جو دیا تھا اس

سے بھی زیادہ کیا اس کو بھی نہیں مانا اور آخر میں جو کچھ ہوا جناب اپنے! ہمارے ساتھ اور اب جو تمیم لائی گئی کے اویں تمیم جناب اپنے! اور اس میں ہمارے دوستوں نے جیسے ان کا ساتھ دیا جناب اپنے! یہ جمہوریت کے ساتھ جمہوریت کی حکمرانی کے ساتھ عوام کے حق کے ساتھ اور خاص کر میں یہ کہتا ہوں خصوصاً عوام کے حقوق ہوتے ہیں یہ اور خود اس جماعت کا جو دعویٰ ہے کہ اسلامی نظام کا ہے اس کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قلع قلع کر دیا اور یہ جو کام ہوا ہے یہ بہت غلط ہے یہ بہت نقصان دہ ہے آج بھی وقت ہے کہ ان باتوں سے روگردانی نہ کی جائے عوام کے اقتدار عوام کے حوالے کیا جائے اور اس قرارداد کو عوام کے مفادات میں ملک کے مفادات میں عالمی اور بین الاقوامی طور پر ملک کی ساکھ کے لئے اس قرارداد کو منظور کیا جائے اور ان لوگوں کو اقتدار چھوڑ ناچاہیے۔ Thank you جناب اپنے!

جناب اپنے!: مہربانی، اس میں بحث کافی ہو گئی۔ محترمہ آپ اس پر صرف دو منٹ بات کریں پھر اس پر ہم رائے شماری کر لیں گے آپ کو موقع دینے گے، جی محترمہ!

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوج: شکریہ جناب اپنے صاحب! کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا اس میں جس طرح کہ وزیر موصوف نے ایک تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جی یہ ہمارا ملک ہے کہ آپ کا ملک نہیں ہے یا ہم اس ملک کے دشمن ہیں اور وہ جو ہے اس ملک کے بہت بڑے حامی ہیں تو یہ تاثر بہت غلط ہے یہاں پر بات ہو رہی ایں ایسی ایف اے کی یہاں ہو رہی ہے صدر کی آئینی الیکٹھ ہونے کی یہاں پر صدر کے پارلیمنٹ کے خطاب کی یہاں پر یہ باتیں ہو رہی ہیں یہاں پر ہم جو ہیں اس ملک کے دشمن نہیں ہیں ہم بھی اس ملک کے دوست ہیں ہمیں بھی اس ملک کے روزگار اور غربت کی اتنی ہی فکر ہے جتنی شاید انہیں ہوں تو جناب اپنے صاحب! آئین ایک بنیادی قانون ہے اور یہ فیڈریشن اور اس کے یونیورسیٹیز ریاست اداروں شہری اداروں کے درمیان باہمی تعلقات حقوق اور فرائض کا تعین کرتا ہے۔ جبکہ حکومت ایک غیر مستحکم پوزیشن پر اسرار کرنے کے ذریعے یہ ساری بنیاد کو مسما کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس پر ریاستی ڈھانچہ قائم ہے آج اصل تنازعہ بنیادی قانون کے بارے میں ہے جو ایک مہذب معاشرے کے طور پر ہمارے تعلقات کو طے کرتا ہے آج ایک پاکستانی ایک بنیادی معاشی حقوق کے بارے میں بھی یقین ہے ان حقوق کی صفائی کے آئین میں دے دی گئی ہے جو ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو نافذ العمل تھا

لیکن اب اسے ایل ایف او کو قانونی حیثیت دینے کا کہا جا رہا ہے جب بنیادی قانون طریقہ عمل ہی مشکلوں کے تو اس کا نتیجہ ایک غیر قانونی آرڈر ہے جو صرف اور صرف بے پیشی پیدا کر سکتا ہے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ عام آدمی پر ایل ایف او کا کیا اثر ہو گا یہ کہا جاتا ہے کہ عام آدمی پر ایل ایف او کا کوئی اثر نہیں ایل ایف او میں ایک نیا آرڈر کی مانسی ہے چونکہ یہ تمام قانون کو کارگر بناتا ہے یعنی ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ایک حصی نافذ کرنے والے ۔۔۔۔۔

محترمہ فرح عظیم شاہ: پواسٹ آف آرڈر جناب اپسیکر! شرع صاحبہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہی ہیں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: یہ میرے پاؤں میں مجھے پتہ ہے کہ آپ بول رہی ہیں کہ یہ میرے اپنے پاؤں میں جو کہ میں نے ابھی لکھے ہیں اور اس کو آپ نے سننا ہو گا۔

محترمہ فرح عظیم شاہ: پواسٹ آف آرڈر جناب اپسیکر!

جناب اپسیکر: ۵۰ جی

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جناب اپسیکر صاحب! میں پیغام بھی ہوں میرے خیال میں ان کو بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

محترمہ فرح عظیم شاہ: پواسٹ آف آرڈر جناب اپسیکر صاحب!

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: ابھی آپ نے کہا ہے جناب اپسیکر صاحب! کہ جب محکم تقریر کر رہا ہو تو کوئی اور پاؤں میں آف آرڈر پر بات نہیں کر سکتا ہے۔

جناب اپسیکر: آپ بیٹھ جائیں جی۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: صدر کے تمام احکامات اور آرڈیننس چیف آئیگزیکٹو کے احکامات جوں کی حلف برداری کا آرڈر آرڈیننس ۲۰۰۲ء ریفرنڈم آرڈر آرڈیننس ۲۰۰۲ء اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر ۔۔۔۔۔

جناب اپسیکر: ڈاکٹر شمع اسحاق آپ لکھ کر پڑھ رہی ہیں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جناب! یہ میرے پاؤں میں ہیں۔

جناب اپسیکر: اجازت تو لے لیں بغیر اجازت کے آپ پڑھ رہی ہیں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جناب اپسیکر صاحب! آپ کی اجازت سے۔

جناب اپیکر: اجازت ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ! Thank you very much! اپیکر صاحب آپ نے مجھے میرے پوائیٹ پڑھنے کی اجازت دی ۲۰۰۲ء ریفرڈم اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر آج تک بنائے گئے تمام قوانین کسی پارلیمنٹ کے لئے بھی یہ تمام قانون سازی کرنا ایک بڑا کام ہوتا ہے لیکن ہمارے ہاں ایک ہی شخص نے بہیک جنبش قلم سے یہ سب کچھ کر دکھایا اور یہ بھی ہے کہ پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار فردا واحد کو ہے یہ کیسے اصول اور انصاف ہے جناب اپیکر صاحب! ایل ایف او میں تین سو سے زیادہ آرڈریننس جاری کئے گئے ہیں ان میں ۹۱ آرڈریننس کا تعلق مختلف معاشی اور مالیاتی امور سے ہے مثلاً سیلز ٹیکس ایکسائز ٹیکس کشم ڈیوٹی اور اکم ٹیکس کے قوانین ترا میم جس کا براہ راست اثر کاروباری بندوں پر پڑتا ہے جناب اپیکر صاحب! حکومت نے عوام کو دھوکہ دینا اور تاریکی میں رکھنا چاہتی ہے ایل ایف او سے ملک کے ہر ادارہ کی آزادی متاثر ہو رہی ہے اور ہر طبقہ ایل ایف او سے متاثر ہو چکا ہے اور آج عملی طور پر پوری قوم اپنے قوانین کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے جو ایک غیر قانونی حکومت ہے اور ایک غیر نمائندہ حکومت نے بنائے ہوئے ہیں اور ہم پر لا گو کئے ہوئے ہیں۔ شکریہ جناب اپیکر صاحب!

جناب اپیکر: مہربانی۔ جی۔

محترمہ فرح عظیم شاہ: جناب اپیکر! میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ ہمارے ہوم منستر نے بہت خوبصورتی سے تقریر کی ہے اور انہوں نے بہت ساری باتوں کی وضاحت کی ہے اور ہمارے معزز رکن نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جیسے ملک ہمارا ہے ان کا نہیں ہے تو شاید ہمارے جو اپوزیشن کے اراکین ہیں انہوں نے توجہ سے تقریبیں سنی اس لئے توجہ سے شاید نہیں سنی کہ ان کے ذہنوں میں یہی رہتا ہے کہ ہم نے ہربات کو کس طریقے سے oppose کرنا ہے Thank you

جناب اپیکر: مہربانی جی مینگل صاحب! ایک منٹ آپ تشریف رکھیں میں آپ کو بعد میں موقع دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان میر ظفر اللہ خان جمالی، گورنر بلوجستان اور وفاقی وزیر جناب نوریز شکور کے ہمراہ ایوان میں تشریف لائے اور گورنر بکس میں تشریف فرمادے)

(ڈیک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ بلوجچستان اسمبلی کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک منتخب وزیر اعظم ہمارے اجلاس کی کارروائی دیکھنے تشریف لائے ہیں، ہم اسمبلی اور اس معزز ایوان کی طرف سے ان کو یہاں آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ (ڈیک بجائے گئے) اور ساتھ ہی میں اس موقع پر صرف اتنا کہونگا کہ ہر پارٹی کی اپنی سیاسی فکر اپنی جگہ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جناب ظفر اللہ جمالی صاحب کا تعلق بلوجچستان سے ہے اور اس دورے کے دوران انہوں نے بلوجچستان کو جو تخفے دیے ہیں شاید ایسے موقع بہت مشکل سے پھرہیں ملیں گے خواتین یونیورسٹی کے حوالے سے (ڈیک بجائے گئے) زیارت گیس لائن کے حوالے سے قلات گیس لائن کے حوالے سے اور ان کا بلوجچستان کی ترقی میں انٹرست کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کابینہ کی میٹنگ میں دو مطالبے میں نے رکھے تھے ایک ہی دن میں دونوں کی منظوری دے دی ہے ژوب میں سی این جی پلانٹ کا اور ژوب میں فوکر جہاز شروع کرنے کے احکامات انہوں نے فوری طور پر جاری کئے اس سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے لہذا ہم ان کے مشکور ہیں وقت کم ہے وزیر اعظم صاحب نے پھر اسلام آباد بھی جانا ہے جو حضرات پرانٹ آف آرڈر پر کچھ بات کرنا چاہتے ہیں اجازت کے بغیر کوئی نہ بولیں جس نے بات کرنی ہواں کو میں اجازت دوں گا۔ جی مولانا عبد الواسع صاحب آپ کو مخصوص موقع دوں گا۔

مولانا عبد الواسع (سنیر وزیر): (عربی) جناب اسپیکر آج بہت خوشی کا دن ہے کہ ہمارے درمیان اور اس معزز ایوان میں ایک منتخب وزیر اعظم پاکستان موجود ہیں گورنر بلوجچستان کوہاوس میں آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ (ڈیک بجائے گئے) منتخب وزیر اعظم پاکستان میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب جو کہ نہ صرف وزیر اعظم پاکستان ہے بلکہ اس سر زمین سے اور صوبہ بلوجچستان سے ان کا تعلق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ محترم گورنر صاحب اور جتنے گلری میں بیٹھے ہوئے مہمان ہمارے وفاقی وزیر نوریز شکور صاحب سب کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور ہم بہت خوشی محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں یہ عزت بخشی کہ اس معزز ایوان میں انہوں نے تشریف لائے ہیں۔ اور ہماری حوصلہ افزائی کی اور جناب اسپیکر! اس موقع کی مناسبت سے میں کسی خوش آمدی کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک حقیقت کی بنیاد پر میں جناب وزیر اعظم پاکستان کا مشکور ہوں

کہ انہوں نے قبیل مدت میں ایک سال کی مدت میں بلوچستان کے اندر جن منصوبوں کا آغاز کر دیا ہے کافی منصوبوں پر ابھی کام مکمل ہو چکا جناب اسپیکر! ایک منتخب وزیر اعظم کے ساتھ زیب دیتا ہے کہ انہوں نے کل جو یہاں بلوچستان میں خواتین یونیورسٹی کا اعلان کر دیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بلوچستان کے عوام کا بہت دیرینہ مطالبہ تھا لیکن کسی بھی حکمران کو اللہ نے توفیق نہیں دیا لیکن یہ صرف ہمارے موجودہ وزیر اعظم صاحب نے بلوچستان کے قبائلی اور اسلامی معاشرے سے تعلق رکھنے والے لوگ جو کہ ان کی بھینیں اور بیٹیاں جب اس کا لج سے فارغ ہوتیں تو پھر یونیورسٹی میں نہیں جاسکتی تھیں وہاں مزید تعلیم حاصل نہیں کر سکتی تھیں اس بنیاد پر جناب اسپیکر! کہ ہمارا اسلامی معاشرہ اور ہمارا قبائلی معاشرہ ہمیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ مخلوق تعلیم حاصل کر لیں تو اس بنیاد پر وہ گھر جا کر بیٹھ جاتی تھیں اور مزید تعلیم حاصل کرنے سے وہ محروم ہو جاتی تھیں تو جناب اسپیکر! آج خوشی کا دن ہے کہ ہمارا وہ معاملہ جو خواتین تعلیم سے محروم ہوئی ہیں تو اب اللہ نے وہ مسئلہ حل کر دیا اور یہ محترم جمالی صاحب نے حل کر دیا اور ہمارے گورنر صاحب کی ان میں کاوشیں شامل ہیں ہمارے صوبائی وزیر صاحب کی کاوشیں اس میں شامل ہیں تو ہم اس معاملے پر سب سے پہلے میں ان کا مشکور ہوں اور شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں (ڈیسک بجائے گئے) بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جناب اسپیکر! ہمارے آئین پاکستان کا جو تقاضہ تھا کہ جس صوبے سے معد نیات نکلتی ہے سب سے پہلے انہی صوبے کا حق بتا ہے لیکن چھاس سال سے ہم رونارور ہے تھے یہ ہمارا آئینی تقاضہ پورا کر کے یہ ہمارا آئینی حق بتا ہے لیکن کسی نے بھی ہماری بات نہیں سنی بلکہ جناب اسپیکر! اب کوئی سے بمشکل گیس آگے نکل گئی لیکن جناب وزیر اعظم صاحب کے آنے کے بعد اب آپ دیکھیں جناب اسپیکر! کہ زیارت تک گیس پہنچ گئی پائپ لائن کا کام شروع ہے قلات پر کام شروع ہے اور اسی طرح جمالی صاحب نے قلعہ سیف اللہ کے لئے بھی وعدہ کیا ہے اور اس طرح میرے خیال میں خضدار پہنچانے کے لئے کل انہوں نے کہا کہ یہ ادھروں کے گاہیں قلات سے خضدار تک پہنچ گا تو میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ہمارے لئے سہولت انہوں نے مہیا کی نہ ہماری صرف ضروریات پورا کرنے کی انہوں نے کوشش کی بلکہ ایک آئینی تقاضہ بھی انہوں نے پورا کر دیا جبکہ ایک جمہوری حکومت کی شایہ شان یہ ہے کہ آئین پر عملدرآمد کرتے ہوئے اور وہ تقاضہ پورا کر لیں اور اس کے ساتھ ساتھ جناب اسپیکر! ہمارے تھیتی

جنگلات وہ زیارت میں صنوبر کے جنگلات ہیں یا قلات میں جو پایا جاتا ہے تو آج جنگلات کے تحفظ کیلئے دنیا کیا کیا کر رہی ہے جنگلات اگر ہے ہیں۔ کہ وہ نایاب جنگلات ہیں جن کو اگا بھی نہیں سکتے ہیں تو ان کے تحفظ کے لئے جوانہوں نے کام کر دیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کوئی وزیر اعظم جس سے یہ آئینی تقاضا بھی پورا ہو جائے اور آپ کو سہولت بھی مہیا ہو جائے اور آپ کو جنگلات کا تحفظ بھی ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں اسے خوشی کا اور کیا دن ہو سکتا ہے اور جناب اسپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان علاقوں میں یا بلوچستان میں جب ہم ۱۹۹۸ء میں حکومت میں تھے تو ہمارے پی اینڈ ڈی کا منستر امیر زمان صاحب جب وہاں این ایفسی کی میٹنگ میں جاتے تھے تو یہاں سے جب روپرٹ پیش کر رہے تھے تو مرکزی ڈی ایس پی میں صرف ستر کروڑ روپے رکھے گئے تھے اس پر مولا نا امیر زمان صاحب نے واک آؤٹ بھی کیا تھا لیکن آج ان حالات کو اگر دیکھا جائے تو اس دفعہ ہمارے پی ایس ڈی پی میں بارہ ارب روپے مرکز میں ایلوکیشن ہے یہ بلوچستان کے حوالے سے مرکز میں شامل ہے گواہ پر اجیکٹ کو جناب! اگر لیا جائے یہاں سے جو روڈ و سط ایشیا تک جا رہی ہے چن قلات سے ہوتے ہوئے جا رہی ہے۔ چن قلات کی پانچ لاکن کامیں نے سب ذکر کر دیا ہے تو آپ اندازہ لگائیں ایک موقع ایسا تھا کہ بلوچستان کے لئے انہوں نے ستر کروڑ روپے رکھے تھے اب آج کے اس موقع پر انہوں نے بارہ ارب روپے رکھا ہے تو اس سے بڑھ کر خوشی کا دن کیا ہو سکتا ہے۔ جناب اسپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر اعظم صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں نہ صرف انہوں نے ترقیاتی کام کئے ہیں ترقیاتی عمل میں۔ یہ تو ہمارے صوبے میں ہے اور دوسرے صوبوں میں تو انہوں نے اس سے بڑھ کر کیا ہوا ہے تو جناب اسپیکر! ترقیاتی کاموں سے ہٹ کر سیاسی کاموں میں ایل ایف او کا جو ایک مسئلہ تھا اور انہوں نے اس جرأت کے انداز سے انہوں نے مذکرات کر کے اس طرح خوش اسلوبی سے حل کر دیا انہوں نے اس قوم پر احسان کر دیا ہے اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایل ایف او کا مسئلہ حل کیا اور پارلیمنٹ کی بالادستی تسلیم کرتے ہوئے سارے ایل ایف او کو انہوں نے پارلیمنٹ میں پیش کر دیا تو جناب اسپیکر! میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں اس کے ساتھ ساتھ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں وزیر اعظم صاحب کے نوٹس میں کچھ گزارشات اور بھی لانا چاہتا ہوں کیونکہ جو آج کل این ایفسی کی میٹنگ چل رہی ہے اور اس پر صوبوں کے محاصل کا جو

معاملہ ہے تقسیم کا جو معاملہ ہے تو میں موقع رکھتا ہوں کیونکہ جناب اپسیکر! جب صدر صاحب کچھلی دفعہ یہاں تشریف لائے تھے تو انہوں نے واضح طور پر یہ بات تسلیم کر دیا کہ ایک اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بلوچستان کے ساتھ گزشتہ پچاس سال سے نا انصافیاں ہوئی ہیں اب اس وقت یہ کرسکتا ہوں کہ گزشتہ پچاس سال کے نا انصافیوں پر ان کی جگہ پر میں معافی مانگتا ہوں تو خوشی ہم نے اس وجہ سے محسوس کی ہے کہ ایک حکمران نے ہمارے حق کو تسلیم کر لیا آج تک تو کوئی حکمران ہمارے حق کو تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ جب ہم چیخ و پکار کرتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے لیکن یہ پہلا حکمران ہے کہ ہمارے اس موقف کو تسلیم کر کے اور انہوں نے کہا بلوچستان کے ساتھ نا انصافیاں ہو رہی ہیں (ڈیک بجائے گئے) اور اب یہی میری گزارش ہے کہ آنے والا این ایفسی جواب کی فائٹل ہونے والا ہے مہینے دو میں اس کا فیصلہ ہو جائے گا تو میں اس کے لئے یہ موقع رکھتا ہوں کہ وزیر اعظم صاحب کی سربراہی میں جو ہمارے ساتھ گزشتہ پچاس سال سے زیادتیاں ہوئی ہیں اب اس کا ازالہ ہو جائیگا۔ ہمیں رائیلی گیس کا جیسے دوسرے صوبوں کو ملتا ہے ایک سو بائیس ہزار روپے کی بجائے ایک سو چھبیس ملنا چاہئے اب جبکہ بائیس روپے عقربہ ملیں گے معلوم ہے بلوچستان کی گیس کا معیار دوسرے صوبوں کی گیس کے معیار سے بہتر ہے اور بلوچستان کی مقدار دوسرے صوبوں سے زیاد ہے جب معیار بھی بہتر مقدار بھی زیادہ اور دوسرے صوبوں کی نسبت اس پر خرچ بھی کم آتا ہے تو جس چیز پر خرچ کم ہوا چھاہو مقدار میں زیادہ ہوتا ان کے مقابلے میں ہمیں پیسے بھی زیادہ ملنے چاہئے۔

جناب اپسیکر: وزیر اعظم صاحب نے اسلام آباد جانا ہے مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں صرف پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

مولانا عبد الواسع (سنیئر وزیر): جناب اپسیکر! گیس رائیلی ہمیں اسی بنیاد پر ملنی چاہئے جو ہمارا حق ہے اس طرح ڈولپمنٹ سرچارج کا جو معاملہ ہے تو ہم وزیر اعظم صاحب سے یہ موقع رکھتے ہیں کہ ہمیں فنڈ رقبے کی بنیاد پر مل جائے جو اس دفعہ ہمارے بلوچستان کا مطالبہ ہے۔ میں ایک بار پھر وزیر اعظم صاحب کا گورنر صاحب، نوریز شکور صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اس اجلاس میں شرکت فرمائے ہماری عزت افزائی کی۔

### جناب اسپیکر: شکریہ جی گچکول صاحب!

گچکول علی ایڈو و کیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان اسمبلی میں وزیر اعظم پاکستان جناب ظفر اللہ جمالی صاحب ہماری اسمبلی کی کارروائی دیکھنے آئے۔ اس کو خوش آمدید کہتے ہیں ہمیں بڑی خوشی ہے باقی وہ ہر لحاظ سے ہم سے بڑا ہے وہ پرانا ایک پارلمیٹر یہیں ہیں ہم جو یہ باتیں narrate کر لیں گے ان کو پہلے سے حافظوں جیسے ازبر ہیں۔ ہم زیادہ نہیں بولیں گے ہم تو صرف خوش ہیں کہ ان سے بلوچی کا نام منسوب ہے اس سے ہمارے کچھ frustration ختم ہوئے۔ لیکن ان کی جو ذمہ داری ہے اور ہماری جو خواہشات ہیں ہم صرف دو تین چیزوں کی اس سے ڈیماڈ کر لیں گے کہ بلوچستان کے علاوہ سندھ بھی بلوچوں کا مسکن ہے وہاں بھی ہمارا پلٹر اور زبان کے لئے کچھ کوشش کریں۔ پنجاب میں اور سبی میں جو چاکر اعظم کا قلعہ ہے ان پر توجہ دیں کہ یہ جو قلعے ہیں گرنے والے ہیں اور اس کا نام عزیز ہے ہمارے صوبے سے تعلق رکھتا ہے اور ہمارا اپنا ہے۔

جناب اسپیکر: او کے رحیم زیارت وال۔ ہر ایک کو موقع دونگا مگر مختصر مختصر کیونکہ ان کو جانا ہے۔

عبد الرحیم زیارت وال ایڈو و کیٹ: جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں وزیر اعظم پاکستان میر ظفر اللہ جمالی صاحب گورنر صاحب اور ان کے ساتھ دیگر مہمانوں کا اس معزز ایوان میں تشریف لانے پر تدبیل سے شکرگزار ہوں۔ مولانا واسع صاحب نے بہت باتیں کیں وزیر اعظم صاحب بیٹھے ہیں اس ایوان کے توسط سے میں کہنا یہ چاہ ہوں گا کہ ہمارے اس صوبے کے ساتھ مسلسل نظر اندازی کا سلوک کیا گیا ہے۔ جناب اسپیکر! میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا اس کے ازالہ کے لئے جناب ظفر اللہ جمالی صاحب کے گوش گزار کروا چکے ہیں ہمارے ہاں پانی کا بہت سنگین ترین مسئلہ ہے اور ہمارا زیریز میں پانی جو ہم اب گیارہ سو فٹ سے نکال رہے ہیں وہاں تک پہنچ چکے ہیں اور مزید معلوم نہیں ہے کہ مزید پانی ہے یا نہیں۔ تو ہمارے اس سارے علاقے بخرا اور سنسان ہو جائیں گے ایک ہماری گزارش یہ ہے کہ پانی کے ذخائر بنا نے کیلئے چیک ڈیم ڈیلے ایکشن ڈیم بنانے اور اس قسم کی جو چیزیں trenches کے لئے جناب اسپیکر! مرکز میں جو ہمارے لوگ جاتے ہیں جو ترجمانی کرتے ہیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ کو فنڈ آبادی کی بنیاد پر NHA کا آپ کو معلوم ہے کتنا حصہ ہمارے صوبے سے گزرتا ہے اور پورے ملک کا کتنا ہے

تو اسکو اگر آبادی کے حساب سے دیں گے تو جناب اپیکر صاحب! وزیر اعظم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہ ہماری ترجمانی کرتے ہوئے NHA کو بنانے کے لیے روڈ ہماری بھی ضرورتیں ہیں تو اس کو فنڈ رقبے کی بنیاد پر فراہم کریں اور اسی طرح جناب اپیکر! میں تیسری گزارش یہ کرنا چاہونگا کہ جنگلات کی مد میں جنگلات بھی یہ صوبہ اور ملک کا رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اور ملک کے رقبے کا فیصد ہے اور جنگلات بھی اتنے بڑے رقبے پر اگے ہوئے ہیں تو گزارش میری یہ ہے کہ جنگلات کی مد میں اور روڈ کی مد میں اسپیشلی بھلی کی مد میں ہمیں آبادی کے حساب سے نہیں رقبے کے حساب سے فنڈ مہیا کریں جمالی صاحب اگر وہاں کوشش کریں یا ہمیں فنڈ provide کریں گے تو ہم اس کے منون ہونگے اور ساتھ ہی ساتھ جناب اپیکر! گیس کی بات تھی گیس قلعہ عبد اللہ کے لیے بھی منظور ہوئی تھی جمالی صاحب سے یہ گزارش ہے کہ گیس میں اگر ہماری اسکیم شامل کر سکتے ہیں شامل کریں پہلے کی جو نظر اندازی ہے جس نے کی ہے جس انداز میں ہوئی ہے شاید ہمارے صوبے کے لوگوں کی وہاں تک رسائی نہیں تھی یا اگر رسائی بھی ہوتی تو شاید اسکو سنتے نہیں تھے اب اپنے صوبے کے وزیر اعظم صاحب ہیں آئے ہوئے ہیں تو انکو پتہ ہے کہ کیا کیا ضرورتیں ہیں ہماری۔ اور باہش برنسے یا پانی جمع کرنے یا پانی کا جو نیچرل جولیوں ہے اسکو برابر کھنے کے لیے جنگلات ایک اہم جزو ہوا کرتے ہیں تو گزارش ہماری یہ ہے کہ جنگلات کی مد میں فنڈ دیں اور ساتھ ہی کہ اس سے پہلے ہم قرارداد پر بحث کر چکے ہیں جناب اپیکر! جہاں تک ایں ایف او کا تعلق ہے۔۔۔۔۔

جناب اپیکر: رحیم صاحب! اس پر بعد میں بحث کریں گے اس کو چھوڑ دیں۔

عبد الرحیم زیارت وال ایڈو وکیٹ: جناب اپیکر! ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ ہم اپنے آثار قدیمہ کی یقیناً تحفظ چاہتے ہیں اور معذرت بھی چاہتے ہیں کہ جناب اپیکر! کہ ان چیزوں کو غلط ناموں سے یا تاریخ کو مسخ کرنے کی بھی کوشش نہیں ہوئی چاہیے سبی کا قلعہ حضرت محمد ﷺ کے ہم عمر ایک مورخ ہے جو راجا دائر کا باپ ہے جو اس سن کا حکمران رہا ہے اسکے کتاب میں اسکا ذکر ہے کہ یہ قلعہ تھا اور جہاں تک چاکر خان صاحب کی بات ہے جناب اپیکر! ہمیں وہ بھی عزیز ہے ہمارے ہیرو ہے لیکن یہ پندرہویں اور سہولویں صدی کی بات ہے جب کہ محمد ﷺ کے ہم عمر مورخ کہتا ہے کہ سبی کا قلعہ ہے تو برائے مہربانی ہم

اس کی حفاظت چاہتے ہیں سب کچھ چاہتے ہیں لیکن یہ جو نام جس نے بھی دیا ہے یہ ٹھیک نہیں  
ہے جناب اپیکر!

جناب اپیکر: مہربانی جی گلیو صاحب!

محمد عاصم کرد گلیو (وزیر مال): جناب اپیکر صاحب! بہت مہربانی پرائم منستر الحاج میر ظفر اللہ جمالی صاحب  
، گورنر بلوجستان اولیس احمد غنی صاحب، وفاقی وزیر پڑولیم نوریز شکور صاحب، ہمارے ایم این اے مولانا  
حیدری صاحب جو ہمارے بلوجستان میں پرائم منستر صاحب بلوجستان اسمبلی میں تشریف لائے ہیں میں  
بھیثیت پارلیمانی لیڈر نیشنل الائنس ان لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جناب اپیکر صاحب! ہمارے پرائم  
منستر صاحب آج جو یہاں تشریف فرمائیں میرے ساتھ وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کا شکریہ ادا  
کروں ویسے بھی اس اسمبلی میں وہ لیڈر آف ہاؤس اور اپوزیشن میں رہ چکے ہیں اور یہاں پر جوانہوں نے  
بلوجستان کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور یہ فیڈرل میں بھی رہے ہیں بھیثیت فیڈرل منستر  
اس ٹائم بھی بلوجستان کے لیے انہوں نے خدمت کی ہے ابھی جو پرائم منستر بنے ہیں ان کا اپنا صوبہ ہے اپنا  
گھر ہے میں یہیں کہتا ہوں کہ ان کا اپنا گھر ہے یہ جو کام کر رہے ہیں مولانا واسع نے بھی کہا ہے جتنے بھی  
ترقیاتی کام ہوئے ہیں ان کا اپنا گھر ہے ہم ان کے لیے اسکے منون ہیں جناب اپیکر صاحب! جب الحاج  
میر ظفر اللہ جمالی صاحب سی ایم بلوجستان بھی رہے ہیں انہوں نے اس صوبے کی خدمت کی ہے ابھی بھی  
ہماری دعا ہے ہم ان سے کوئی ڈیماںڈ نہیں کریں گے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو پرائم منستر کے منصب پر  
رکھیں اور بلوجستان کی جس طرح وہ خدمت کر رہے ہیں اسی طریقے سے کرتے رہیں مہربانی جناب  
اپیکر!

جناب اپیکر: جی بھوتانی صاحب!

محمد اسلم بھوتانی (ڈیٹی اپیکر): جناب اپیکر! ہمیں آج خوشی ہے کہ میر ظفر اللہ خان جمالی وزیر اعظم  
پاکستان بمعہ وفاقی وزیر اور گورنر صاحب کے آج ہمارے اسمبلی کی کارروائی دیکھنے آئے ہیں، ہم انہیں خوش  
آمدید کہتے ہیں ظفر اللہ صاحب کا اس اسمبلی سے پرانا تعلق ہے یہیں سے میرے خیال میں اس نے اپنی  
سیاست کا آغاز کیا پارلیمانی سیاست کا اور ہم ان کی عزت کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا اپنا گھر ہے ان کو بہت

خوش آمدید کہتے ہیں یہ ہمارے لیے فخر کی بات ہے کہ ظفر اللہ صاحب کا بلوچستان سے تعلق ہے اور وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہیں جناب والا! اس سے بلوچستان کو جو ایک ہمیشہ گلہ رہتا تھا احساس محرومی کا وہ ختم ہو گیا گلہ تو جزل مشرف صاحب نے ہمارا وزیر اعظم صاحب کے آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا ہے میگا پرو جیکش بلوچستان میں شروع کر کے کیونکہ جتنا جزل مشرف صاحب بلوچستان کے لیے کر رہے ہیں پچھلے دنوں جب ہم ان سے اسلام آباد ملے تھے تو انہوں نے جو اعداد و شمار بتائے کہ فیڈرل گورنمنٹ کی پی ایس ڈی پی کا بلوچستان میں زیادہ خرچ ہو رہا ہے سندھ میں زیادہ میں زیادہ خرچ ہو رہا ہے اور پنجاب میں کم ہے اس سے زیادہ اور کیا چاہیے اور ہمیں خوشی ہے کہ وزیر اعظم صاحب نے جب یہ عہدہ سنپھالا تو انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ ہم جزل مشرف کی ڈولپمنٹ اور ان پالیسیز کو آگے لیکر چلیں گے اور ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ جمالی صاحب جو وعدہ کرتے ہیں وہ پورا کرتے ہیں اور جناب اسپیکر! جس طرح آپ نے فرمایا کہ آپ نے ان سے دو مطالبے کیے انہوں نے پورے کیے اس طرح مجھے بھی اس نے شرف بخشنا کہ میں نے بھی ان سے وندر کی گیس کا مطالبہ کیا اپنے لوگوں کے لیے صنعتوں کے لیے اور ۲۴ گھنٹے بھی نہیں گزرے کہ انہوں نے فلات میں اعلان کیا اس سے زیادہ ہمیں وزیر اعظم سے کیا چاہیے اور مطالبات ان سے کیے جائے جنکو بلوچستان کا پتہ نہ ہو، ہم سے زیادہ وہ خود بلوچستان کو جانتے ہیں انہوں نے اس صوبے پر حکومت کی ہے اللہ کا کرم ہے کہ وہ پاکستان پر حکومت کر رہا ہے تو اسکو اس صوبے کے کونے کونے کا پتہ ہے یہاں کے لوگوں کے احساسات کا پتہ ہے تو مطالبات کسی اور سے کریں جو یہاں سے واقف نہ ہو یہ تو خود بلوچستان کے ہیں تو یہ دیتے جائیں گے ان کو ذرا سنبھلنے تو دیں دیکھیں آپ جناب اسپیکر! اب قلات کو گئی خواتین یونیورسٹی مل گئی اور کیا چاہیے اللہ اسکو سلامت رکھیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ مایوس نہیں کریں گے مہربانی۔

جناب اسپیکر: بھوتانی صاحب! میں ایک چیز کی وضاحت کروں کہ سیکرٹری پڑھیم نے پوچھا کہ ژوب یہاں سے کتنا دور ہے میرے جواب دینے سے پہلے وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا ۲۰۶ کلومیٹر اور اب خواتین کی طرف سے کون نما سندگی کریں گے؟

محترمہ راحیلہ درانی: بہت شکریہ جناب اسپیکر! کہ آپ نے خواتین کو موقع دیا سب سے پہلے میں تمام

خواتین کی طرف سے وزیر اعظم صاحب گورنر صاحب اور وفاقی وزیر صاحب کو خوش آمدید کہتی ہوں پیش کیا۔ ایک تاریخی موقع ہے کہ وزیر اعظم ہماری اسمبلی میں تشریف لائے اور خاص طور پر خوشی اس وقت ہوتی ہے پیش کیا۔ وہ پورے پاکستان کا وزیر اعظم ہیں لیکن خوشی اس لیے زیادہ ہوتی ہے کہ اسکا تعلق ہمارے صوبے سے ہے اور انہوں نے ہمیں یہ عزت بخشی چونکہ کافی موضوع پر بات ہو چکی ہے ہمارے سینئر منسٹر نے خواتین یونیورسٹی کے بارے میں خاص طور پر بات کی اس حوالے سے قرارداد بلوجتن اسٹبلی میں آئی وہ مبارک باد کے مستحق ہے کہ انہوں نے قرارداد منظور کی اس کے بعد ہمارے منسٹر ایجوکیشن نے اس قرارداد پر بہت تیزی سے کام کیا وہ بھی مبارک باد کے مستحق ہے اور سب سے زیادہ شکریہ کے ہمارے وزیر اعظم نے اسکے لیے ایک عمارت مہیا کی یہ صرف ہبھنے کی بات نہیں ہے تمام بلوجتن میں اگر آپ مختلف گھروں سے پوچھیں تو اتنی خواتین میں خوشی کا اظہار ہوا ہے کہ وہ بیان سے باہر ہے کیونکہ یہ خواتین کا ایک دیرینہ مطالبہ تھا اور بہت ہی خواتین جو: co.edu ایجوکیشن کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہتی تھیں اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ کہوں گی کہ ہماری خواتین جو کینسر کے حوالے سے یہ بیماری بہت تیزی کے ساتھ بلوجتن میں پھیل رہی ہے اور اسکو اس وقت سیریں نہیں لیا جا رہا ہے لیکن میں یہ آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ یہ بیماری مردوں میں بھی ہے لیکن خواتین میں اتنی تیزی سے پھیل رہی ہے کہ آئندہ یہ کافی اور زکام کی طرح عام ہو جائیں گی ہماری بہت سی خواتین اسکاشکار ہیں اور اس سے موت کاشکار ہو جاتی ہے لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا آخوند کہ کینسر کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوئی ہے پورے بلوجتن میں کینسر کے حوالے سے کوئی بھی خاص انسٹیٹیوٹ نہیں ہے جو کہ اسکو ٹریننگ دیا جائے تو میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وزیر اعظم سے یہ گزارش کروں گی کہ وہ پورے بلوجتن کے لیے چاہے وہ مرد حضرات ہیں یا خواتین ہیں کینسر کے حوالے سے ایک ہسپتال قائم کریں اور آخوند بات صرف جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے کہ انکم جزیلنگ اسکیم کے حوالے سے ہماری خواتین میں بہت ٹیلنٹ ہے ہماری خواتین بہت زیادہ کام کرتی ہیں لوکل حوالے سے ان کے پاس بہت زیادہ ہنر ہے تو اسکے لیے انکم جزیلنگ اسکیم شروع کی جائے تاکہ انہیں روزگار مہیا ہو کیونکہ ہماری خواتین اتنی محنت سے کام کرتی ہیں میرے خیال میں ان کو اسکی محنت کا ایک فیصد بھی صلد نہیں ملتا اور ہم خود دیکھے ہیں کہ وہ محنت کر کے ایک

چادر جو کہ مہینوں تیار کرتی ہے اور وہ ۲۰۰ میں بیج رہی ہوتی ہے لیکن آگے جا کے اسی کی قیمت ۵ ہزار ہو جاتی ہے!

thank you sir!

جناب اپسیکر: شکریہ راحیلہ! ایک وضاحت چونکہ وقت انتہائی کم ہے وزیر اعظم جا رہے ہیں اور میں نے آپ کی طرف سے تھوڑا ساری فیری شمعٹ کا بھی پروگرام کیا ہے جس میں آپ سب شرکت کریں گے اور اب خواتین کی طرف سے صرف آمنہ یا شمینہ اور جعفر خان صاحب بھی بڑے ناراض ہو رہے ہیں تو ان کو میں ٹائم دیتا ہوں ٹائم بہت کم ہے وزیر اعظم صاحب سے میں روکیست کرتا ہوں کہ ٹھیک ہے موسم تو خراب ہو گا اگر دس منٹ لیٹ ہوئے تو ہم معدتر خواہ ہیں۔ جی جعفر خان صاحب!

شیخ جعفر خان مندوخیل: شکریہ جناب اپسیکر! آپ نے وزیر اعظم کے بلوچستان اسمبلی کے آنے پر ہمیں بولنے کا موقع دیا ہم کو اپنے جذبات کے اظہار کا موقع دیا سب سے پہلے میں وزیر اعظم صاحب محترم ظفراللہ جمالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ بلوچستان اسمبلی میں آئے اور یہ بلوچستان اسمبلی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہے کہ ایک وزیر اعظم خود ہی آئے اور اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بلوچستانی وزیر اعظم کا کتنا لگا وہ ہے اپنی اسمبلی کے ساتھ بھی اور اپنے صوبے کے ساتھ بھی اور اس فلور پر ہم گورنر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہ تشریف لائے اور پڑو یہم منستر نوریز شکر صاحب کا جو آج یہ گیس کی باتیں ہوتی ہو رہی ہیں ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہ بلوچستان آئے ہیں انہوں نے دورہ کیا ہے اور ہماری مشکلات اور تکالیف دیکھے ہیں اور آج اسمبلی بھی آئے ہیں وزیر اعظم صاحب جب وزارت اعظم کے لئے نامزد ہوئے بلوچستان سے یہ پہلا بڑا احسان تھا بلوچستان پر جو کہ مسلم لیگ کی طرف سے اور ان کی الائمنس پارٹی کی طرف سے اور صدر صاحب کی طرف سے ہوا اور اسی دن سے بلوچستان کی ترقی شروع ہو گئی جس دن وزیر اعظم صاحب میر ظفراللہ جمالی صاحب بنے۔ اور خدا کے فضل سے پہلے دن بیٹھتے ہی جوانہوں نے جو کارروائیاں کی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ان کی تفصیل میں نہ جائیں یہ بھی زیادتی ہو گی مولانا صاحب نے بیان کیا ہے دس بارہ ارب روپے کا۔ میں سوارب کے منصوبے تو میں گنوادیتا ہوں ۳۸ ارب روپے تو صرف کچھی کینال کیلئے ہے (ڈیک بجائے) گواہ روٹو ہوشاب، ہوشاب ٹو، آواران ٹو خضدار، خضدار ٹو جمل گسی، جمل گسی ٹو کوئی قلات روڈ کوئی چن روڈ کل

رات ہم بیٹھے ہوئے تھے زیارت وال صاحب کل اپنے مسئلے کے بارے میں جب بولنے لگے تو وزیر اعظم صاحب نے خود ہی ذکر کیا کہ جمن کے راستے میں خو جک آر ہے ہیں اس کا ہم ٹھل بھی نکال رہے ہیں اسی طرح جیسے پانی کے پروجیکٹ ہیں پٹ فیڈر کینال کچھی کینال سیکنڈی ڈیم اسی طرح دیگر بہت سارے پروجیکٹ ہیں پانی کے اور لور الائی ڈی جی خان روڈ اور آگے کوئی ٹزوہب ڈیرہ اسماعیل خان روڈ جو شارٹس روڈ بنتی ہے اس کے انہوں نے آرڈر دئے ہیں کوئی قلات گیس۔ کوئی زیارت گیس اور ٹزوہب میں گیس کا اور سی این جی پلانٹ۔ ان سب کا ذکر کروزیر اعظم صاحب نے اپنی تقریب میں کیا ہے یہ سب کی اگر مالیت دیکھیں تو سوارب سے زیادہ بنتے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں قیام پاکستان سے لے کر آج تک آپ collection کر لیں تو فیڈرل گورنمنٹ نے اب تک بلوچستان میں جتنی انوٹمنٹ یا ترقیاتی کام کروائے ہیں یہ ایک سال میں اس سے زیادہ ہو جاتے ہیں نواز شریف کے دور میں صرف پندرہ کروڑ ہائی ویز کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ آج تمیں ارب روپے صرف بلوچستان کے ہائی ویز کے لئے انہوں نے رکھے ہیں۔

جناب اپیکر: مہربانی ذرا مختصر۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: اسی طرح گیس ٹزوہب کی یا ٹزوہب کے جوانی سروں بحال کی ہے ان کا میں اس پر ذاتی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور بارہا ان کے ساتھ ہماری میٹنگیں ہوئی ہیں ان میٹنگوں میں با تین ہوئیں یہ صرف کل کی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی ان سے بات ہوتی رہی ہے اس پر پہلے انہوں نے فیز بلی وغیرہ مکمل کروائی ہے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب اپیکر: مہربانی۔ عبد الرحمن جمالی صاحب!

میر عبد الرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی ویار لیمانی امور): بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اپیکر!

محترم وزیر اعظم صاحب آج یہاں آئے ہیں وہ میرے بڑے بھائی بھی ہیں اور والد کی جگہ پر بھی ہیں اور گورنر صاحب بھی آئے ہیں اور مجھے یہ دیکھ کر خوش ہوئی ہے کہ ہمارے سب ممبر صاحبان نے سالانہ پی ایس ڈی پی پر ڈسکس کی ہے وزیر اعظم صاحب کے سامنے۔ بہر حال ان کا بہت بہت شکریہ اور میں آپ سب سے یہ عرض کروں گا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور گورنمنٹ آف پاکستان

میں ان کو موقع ملے یہ اور کام کر سکیں اور اس صوبے کی خدمت ان کی آپ لوگوں نے خود ہی بیان کر دی ہے اور میں صحیح کافی انکو جانتا بھی ہوں وہ دن رات اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ میں اپنے صوبے کے لئے کیا کام کروں۔ صرف صوبے کا ہی نہیں ہم سب کا تعلق سارے پاکستان سے ہے اور ہر وقت جب میں ان کے ہاں رش دیکھتا ہوں جو بھی لوگ وہاں پڑاتے ہیں تو وزیر اعظم صاحب ہر لحاظ سے ان کی خدمت کرنا جانتے ہیں ان کا یہ ایک شیوه ہے میں زیادہ ٹائیم نہیں لوں گا اور زیادہ تعریف نہیں کرنی چاہئے اللہ نظر بد سے بھی بچائے۔ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں دعا کریں وہ اس سے بہتر کر سکے۔

جناب اسپیکر: مہربانی آمنہ خانم!

محترمہ آمنہ خانم: جناب اسپیکر بہت شکر یہ آپ نے مجھے موقع دیا سب سے پہلے میں محترم وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی صاحب کو خوش آمدید کہتی ہوں اور ان کے ساتھ گورنر صاحب اور وفاقی وزیر۔ ابھی ہمارے وزیر محترم عبد الرحمن جمالی کہہ رہے تھے کہ میں اپنے بھائی کی تعریف نہیں کروں گا تو میں یہ کہوں گی کہ وزیر اعظم جن کا تعلق بلوچستان سے ہے ان کی تعریف کرنا ایسا ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانے کے برابر۔ اور حضرت علامہ اقبال کا ایک شعر پڑھوں گی۔

کہ وجود زن سے قائم ہے تصویر کائنات میں رنگ۔

اسی کے ساتھی سے ہے زندگی کا سوز دروں۔

تو خواتین یونیورسٹی کا جو تھنہ اس صوبہ بلوچستان کی اپنی بہنوں کو اور بیٹیوں کو دیا ہے یہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہو گا اور اس کارنامہ کو صوبہ بلوچستان ہمیشہ یہاں کے لوگ یہاں کی بیٹیاں اور بیٹیں ہمیشہ یاد رکھیں گی اور ساتھ ہی ساتھ جوانہوں نے پانچ کروڑ کا اعلان کیا ہے وہ بھی قبل تحسین ہے لیکن چونکہ وقت کی کمی ہے صرف اسپیکر صاحب نے دو منٹ بولنے کو کہا ہے میں صرف ایک گزارش محترم وزیر اعظم سے کرنا چاہوں گی اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میری اس گزارش پر ضرور غور فرمائیں گے اور تھوڑی سی مدد یا کے حوالے سے میں بات کرنا چاہوں گی کہ اگر وفاقی سطح پر اگر مدد یا کو تھوڑی سی اس پر نظر ثانی کریں اور جو پیٹی وی پر اور دیگر چینلز پر جو ہمارے پروگرام آ رہے ہیں آپ ذرا ان کو دیکھیں کس قسم کے پلچر کو وہ پیش کر رہے ہیں وہ کس روایت کو دکھانا چاہ رہے ہیں جو ہمارے اسلام کے بالکل منافی ہے اور ہم نے بارہا مختلف لوگوں کو

خطوط بھی لکھے ہیں تو میر ظفر اللہ خان جمالی سے میری یہ روئیسٹ ہے کہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اس کے قبلے کے درست کریں شکریہ!

جناب اپنیکر: مہربانی۔ اب لست بڑھتی جا رہی ہے سب کی خواہش ہے کہ میں وزیر اعظم صاحب کو کچھ کہوں لیکن آپ خود فیصلہ کریں اس وقت چار آپ کھڑیں ہیں سب دوستوں نے وزیر اعظم صاحب کے سامنے ترجمانی کی۔ اگر مہربانی فرمائے۔ جی اکبر مینگل مختصر سے باقی تشریف رکھیں۔

محمد اکبر مینگل: جناب! سب سے پہلے میں وزیر اعظم کو بلوچستان کے محکوم مظلوم اور قحط زدہ عوام کی جانب سے بلوچستان آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد ہمارے مسائل بہت ہیں لیکن جو میجر مسئلے ہیں ان پر جا ہوں گا خاص کر صوبائی خود مختاری ہے ہمارا سب سے اہم مسئلہ صوبائی خود مختاری ہے اگر صوبائی خود مختاری صوبوں کے حوالے کیا جائے تو ہمارے بہت سے مسئلے خود حل ہو سکتے ہیں اس کے ساتھ این ایف سی ایوارڈ میں بلوچستان کو نظر انداز کیا جا رہا ہے میرے خیال میں اگر بلوچستان کا حق اس کو صحیح معنوں میں دیا جائے تو ہم خود کفیل ہو سکیں گے اس کے علاوہ میں وزیر اعظم سے گزارش کروں گا کہ ہمارے صوبے اس وقت بے روزگاری بہت ہے ڈاکٹروں کے لحاظ سے انجینئروں کے لحاظ سے۔ تو جہاں پنجاب کے وزیر اعلیٰ پانچ ہزار ڈاکٹر کھپا سکتے ہیں۔ تو ہمارے وزیر اعلیٰ کو بھی اختیار دیا جائے کہ وہ بارہ سو ہمارے ڈاکٹر کھپائیں اس کے علاوہ بلوچستان میں ہمیں نہ چھاؤنیوں کی خواہش ہے اور نہ ہی یہاں ضرورت ہے اس کی بجائے بلوچستان میں ترقیاتی کاموں اور ہم اس کی خواہش بھی کرتے ہیں ایسے ترقیاتی کام جو اس قوم کی بقا کے خلاف ہوں تو ہم اس کی مزاحمت کریں گے۔

جناب اپنیکر: مہربانی۔

محمد اکبر مینگل: جناب! اس کے ساتھ ساتھ جو دوسوچاں گرڈ الیکٹریفیکیشن کا کام تھا اس پر عمل درآمد نہیں ہوا ہے اس پر کارروائی ہو اور اس کو عملی جامہ پہنانا یا جائے۔

جناب اپنیکر: او کے مہربانی۔

محمد اکبر مینگل: جناب! اس کے ساتھ تحصیل و ڈھنخ تھیں نال تحصیل زہری میں بھلی کی حالت بہت خراب ہے وہاں گرڈ اسٹیشنوں کی ضرورت ہے ویزاں اعلیٰ کے اپنے علاقے ہیں تو وہاں بھی کام ہوں۔

جناب اپسیکر: مہربانی مہربانی۔ اب اسمبلی کا جلاس شام چار بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔  
اسمبلی کی کارروائی بارہ بجکر پینتالیس منٹ پر ملتوی کر دی گئی۔

(اسمبلی کا جلاس دوبارہ چار بجکر بیس منٹ پر جناب اپسیکر کی صدارت میں شروع ہوا)

جناب اپسیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں سب سے پہلے معزز ارکین اسمبلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے یہاں نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوشی خوشی سے رخصت کیا قرارداد پر تقاریر مکمل ہوئی ہیں اب میں اس قرارداد پر رائے شماری کرواتا ہوں۔

سردار صاحب اس کو مزید نہ چھڑیں سوال یہ ہے کہ آیا قرارداد جناب رحمت علی کی ترا میم کے ساتھ منظور کی جائے؟ جو منظور کرنے کے حق میں ہے وہ کھڑے ہو جائیں۔ چونکہ قرارداد کو مطلوبہ حمایت حاصل نہیں اسلئے قرارداد نامنظور ہوئی۔ ڈاکٹر شمع اسحاق اپنی قرارداد نمبر ۹۲ پیش کریں۔

### قرارداد نمبر ۹۳

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اپسیکر! یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ شادی بیاہ کے سلسلے میں ولورلب یا جہیز لینے کے مذموم اور غیر شرعی رواج کو منوع قرار دیکر حق مہر کو اسلامی تعلیمات رشرعی تقاضوں کی روشنی میں لازمی قرار دیا جائے۔

جناب اپسیکر: قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ شادی بیاہ کے سلسلے میں ولورلب یا جہیز لینے کے مذموم اور غیر شرعی رواج کو منوع قرار دیکر حق مہر کو اسلامی تعلیمات رشرعی تقاضوں کی روشنی میں لازمی قرار دیا جائے۔ جی ڈاکٹر شمع اسحاق۔ آپ اپنی قرارداد پر کچھ بولیں گی؟

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اپسیکر! اس سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ بہتر طور پر ایوان کو چلا رہے ہیں اس قرارداد میں دو باتیں بہت important ہیں ایک تو ولورلب اور دوسرا جہیزان فرسودہ رسم و رواج کی وجہ سے عورت ہی مصیبت میں ہے مثلاً جیسا کہ عوت کو بیویوں کے عوض میں بیاد یا جاتا ہے اسلئے لڑکی شادی کم عمری میں کی جاتی ہے بعض اوقات پیدائش سے پہلے لڑکی کی بولی لگادی جاتی ہے اور اس کی شادی ایک بوڑھے شخص سے کر دی جاتی ہے۔ اسلام میں بھی تاکید کی گئی ہے کہ شادی

کیلئے لڑکا اور لڑکی کی باہمی رضامندی ضروری ہے یہاں تو لڑکے سے پوچھتے ہیں مگر لڑکی کی رضامندی کے بغیر شادی کر دی جاتی ہے اس وجہ سے لڑکیاں باہر جانے کا فیصلہ کرتی ہیں ہمارے سُم و رواج میں لڑکی باہر جانے کے بعد پھر ہمارے لوگ اس لڑکی کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں جناب اپسیکر! یہ تو وور اور لب کی باتیں تھیں اسی طرح جہیز بھی ایک اہم مسئلہ ہے لڑکی کے والدین پر یہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے اور اس وجہ سے ہزاروں لڑکیاں شادی سے رہ جاتے ہیں۔ جناب اپسیکر! اگر ہم لڑکی کی شادی اسلام کے مطابق کرتے جیسا کہ حضور اکرمؐ نے اپنی بیٹی کو شرع کے مطابق حق مہر دیا اور چند گھر لیو ضروریات کے استعمال کی چیزیں دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو۔ جناب اپسیکر! شادی قرارداد میں کہنے کا مطلب یہ کہ اگر حق مہر کو بھی شرعی اور اسلامی قرار دیا جائے تو ہماری جو عنوانیں اور جو بچیاں ہیں ان سے وہ ساری برا بیاں دور ہو جائیں گی۔ ایک اور ریفسن جناب اپسیکر! حضرت عمرؓ کی طرف سے کہ انہوں نے کہا کہ آج سے کوئی بھی ۳۰۰ درہم سے زیادہ مہر مقرر نہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا ہے مسجد نبوی سے نیچے اترے تو قریش کی ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ اے امیر المؤمنین کہ آپؐ نے ۳۰۰ درہم سے زیادہ کے مہر دینے سے لوگوں کو منع فرمایا ہے آپؐ نے فرمایا ہاں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام جونازل فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے کسی شخص کو ایک خزانہ کا خزانہ یا مال کا ڈھیر دے رکھا ہو تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ مجھے اس پر معاف فرماعمرؓ سے ہر شخص سمجھدار ہے آپؐ نے لوگوں کو ۳۰۰ درم سے زیادہ مہر دینے سے جو روک دیا تھا۔ لیکن اب میں کہوں کہ جو شخص اپنی خوشی سے جتنا مہر چاہے مقرر کریں میں انہیں نہیں روکتا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ حد مقرر نہ کی گئی تاہم اس میں اسلام کی ایک عمومی ہدایت ہے کہ ہر معاملے میں اعتدال کی راہ اپنائی جائے اعتدال میں ہی فریقین کی بھلائی ہے مہر کی مقدار کی حد کے بارے میں دستور اور اپنی حیثیت کو مخوض رکھنا چاہئے اگر فراتفری سے یہ کام لیں تو تکلیف پہنچ سکتی ہے تو جناب اپسیکر! اس ساری قرارداد میں کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر حق مہر کو وہ ان تمام برا بیوں سے دور ہو جائیں گی اور ان کی شادیاں بھی اسلامی طریقے سے ہوں گیں۔ شکریہ!

جناب اپسیکر: جمالی صاحب!

میر عبدالرحمٰن جمالی (وزیر ایمنی امور) اے ڈی وی پارلیمانی امور): جناب! یہ جو محترمہ ڈاکٹر شمع احراق

صاحبہ کی جو قرارداد ہیں اس سلسلے میں میں تھوڑی سی انفارمیشن ہاؤس کو دینا چاہتا ہوں کہ اس پر پہلے بھی قانون سازی ہو چکی ہے وہ ہے۔

The Balochistan (prohibition walver act) 1964 . اب جو انہوں نے فرمایا main point ہے کہ تمہیں ان چیزوں کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے اس پر قانون سازی ہو چکی ہے ان کا یہ ہے کہ جیسے رسم تھی بلوچوں اور پٹھانوں میں کہ وہ خون بہا میں بھی لڑکیاں دے دیا کرتے تھے۔ ایسا میرے خیال میں یہ چیز کہیں بھی نہیں ہے۔ شاید کسی خطے میں ہوں جیسے رسول اکرمؐ اپنی بچی بہت پیاری تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور جیسے ہر انسان کی بچی ہوتی ہے وہ اس سے جگر کا گلزار ہوتا ہے سوچ سمجھ کر شادی کرتے ہیں یہاں پر جو ہماری خواتین بیٹھی ہیں وہ تمام شادی شدہ ہیں اور میرے خیال میں ان کی اپنی رضا مندی سے ہی شادی ہوئی ہو گی زبردستی یہاں پر نہیں ہو گی۔ چونکہ اس میں قانون سازی ہو چکی ہے اس کا ایک ایک بنا تھا اس کو accept کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں یہ آپ کی مرضی۔

جناب اسپیکر: جی حافظ صاحب!

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): بسم اللہ الرحمن الرحيم اگر اس پر پابندی ہے کہ خواتین کے مسئلے پر مرد نہیں بول سکتا تو ٹھیک ہے میں بیٹھ جاؤں گا۔ جناب اسپیکر! جو قرارداد ڈاکٹر صاحب نے پیش کی ہے اہمیت کی حامل قرارداد ہے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرتا۔ لیکن اس میں جو تشریح کی گئی اس کی جو تفصیل ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہے کہ عورتوں کو جو مہر دیا جاتا ہے عورت کو ایک معنی سمجھتا ہے۔ خریدی ہوئی چیز سمجھ کر اس کے بد لے میں مہر دیا جاتا ہے میرے خیال میں یہ خواتین اور ایک خوبصورت انسان کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر تمام مخلوقات میں بہتر مخلوق انسان کو پیدا فرمایا ہے فرشتے اور ملائکہ جنات حیوانات جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں سے بہتر مخلوق اللہ کے نزدیک انسان ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ اگر اس کی تفصیل میں جائیں۔ اور اس کے بیک گرا ڈنڈ میں۔ تو ہماری تاریخ میں یعنی اسلامی تاریخ میں ایسی خواتین آپ کو ملیں گی جن کو امام المومنین کہا جاتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس جاتے۔ مسائل کے بارے میں ان سے معلومات لیتے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت پیغمبرؐ کے ساتھ وقت کی درس و

تدریس مسجد نبویؐ میں ہوتی تھی۔ لیکن پیغمبر کی جواز و احتجاج مطہرات تھیں ان میں خاص کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضورؐ سے نشست برخاست اور آپ سے محبت تمام ازواج مطہرات میں سے زیادہ تھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے سکون کے بارے میں رجوع کرتے اور مسائل کے بارے میں ان سے پوچھتے۔ اسی طرح اگر مردوں کو لیا جائے جتنے بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاءؐ پیدا ہوئے ہیں ہمارے اور آپ کی شکل میں پیدا ہوئے ہیں جہاں تک میچ اور خریدنے والی چیز کا مسئلہ ہے میں کہتا ہوں کہ شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ کم سے کم مہر دس درہم ہو۔ (عربی) اس کی تشریع قرآن نے نہیں کی قرآن نے مقدار بیان کی زوج اور میاں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر مقرر کیا گیا ہے وہ اس عورت کے حوالے کرے اس خاتون کے حوالے کرے۔ جس سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں وہ کتنا ہے مال فرضًا۔ اس کی مقدار اور یشو مقرر نہیں ہے اس کی تشریع کے لئے جناب نبی اکرمؐ کی جو احادیث ہیں اس کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں انہوں نے تشریع کر کے یہ بتایا کہ کم سے کم مقدار دس درہم ہو لیکن زیادہ کا انہوں نے نہیں بتایا اس کا معنی یہ ہے کہ آگے آپ جاسکتے ہیں۔ لیکن دس درم سے کم نہ ہو جب انہوں نے آگے جائیں اجازت دی ابھی اس کو ہم نے یہ قرار دینا کہ یہ ایک خریدی ہوئی چیز ہے ایک میچ ہے ایک دکاندار کے پاس ہم گئے پسیے دے کر ایک چیز لی اس میں خداخواستہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ ان کی عزت ہے اگر انسان کی حیثیت کو دیکھیں خاتون کی حیثیت کو دیکھیں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے تمام روئے زمین تمام آسمانوں میں اگر آپ ایک چیز رکھیں تو اسکے برابر اسکی کوئی قیمت نہیں ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں خاتون اڑکی کے برابر کوئی قیمت نہیں ہے انہوں نے کئی الفاظ استعمال کئے ہیں پتہ نہیں کیا الفاظ استعمال کئے کہ کیا سمجھتے خاتون کو بھیڑ بکری۔ بھیڑ بکری نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا خوبصورت انسان ہے لیکن میری ہم مقرر جو مہر کرتے ہیں یہ خریدنے کے لئے نہیں ہوتا اس میں انسان کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں میری زندگی میں میری اپنی چار دیواری کے اندر میری اپنی ضروریات ہیں۔ میں اپنے بھائی کی شادی کسی کے ساتھ کرتا ہوں شادی کر کے گھر میں لاتے ہیں تو اس کی زندگی کیا ضروریات ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ تو میں ان کو پسیے دیتا ہوں یہ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے اس سے ہم ان کے لئے ضروریات لیتے ہیں تاکہ ان کی زندگی سہولت سے ہو کسی کے گھر کے دروازے کو کھلکھلا کر کہے ہمیں دیکھی دیں۔ ہمیں فرج تج دیدیں ہمیں پنکھا

دے دیں ہمیں ایرکنڈیشن دے دیں ہمیں فلاں چیز دے دیں کیا یہ اچھا ہے بھیک ما نگی یا ہم اسے پورا کر کے دے دیں۔ خواہ دس لاکھ روپے خرچ آئے کم ہے میں لاکھ روپے خرچ آجائے تو کم ہے کوئی بھیڑ بکری نہیں ہے یہ انسان ہے جو کچھ ہم مقرر کرتے ہیں اس اندازے سے۔ اور دس درہم سے اگر اوپر جاتے ہیں تو اس کی مقدار پیغمبرؐ نے مقرر نہیں کی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ آگے جاسکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو کرتے ہیں کہ مہر توزیادہ دیں اور اس میں والد کا اپنا حصہ ہو۔ یہ سراسر ظلم اور بے انصافی ہے ایک دوسری بات یہ ہے جو میں ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ہمیں تو وور جہیزؒ کے بارے میں اسلامی تعلیمات یاد ہیں اور یاد آتی ہیں کیونکہ میری جیب سے کچھ نکل جاتا ہے اس لئے وہ ہمیں اسلامی تعلیمات یاد آتی ہیں کیا یہ اسلامی تعلیمات ولور کی حد تک محدود ہیں اور ایسے مسائل نہیں ہیں خواتین کے حوالے سے جو خواتین پر لا گو ہوتے ہیں وہ ہمیں یاد نہیں ہیں ہمیں چاہئے خواہ ہمارے نقصان میں ہو یا ہمارے فائدے میں ہو جو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہو جو بھی طریقہ ہو پیغمبرؐ کا ہو۔ ہمیں اپنی زندگی میں اس پر چنان ہے اس کو اپنانا ہے جہاں ہمارا فائدہ ہو اس کو تو ہم لیتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں اور جہاں نقصان کی بات آتی ہے وہاں ہم ٹھکراتے ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ یہ مہر مقرر کرنا یہ خریدنے کے لئے وہ اُنکی عزت، احترام اور وقار و زندگی ضروریات پورے کرنے کیلئے لیا جاتا ہے۔ لہذا قرارداد جو انہوں نے پیش کی ہے اگر وہ اس کی تشریع صحیح معنوں میں کرتی، لیکن تشریع ہم اس طرح کرتے ہیں جو ہماری سمجھ میں آتی ہیں، ہمارے ذہن میں آتی ہیں ہم وہ تشریع کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ایسے اسلامی حکم کو شرعی حکم کو ایوان میں لاتے اُسکے چاروں اطراف کے جو پہلو ہیں انکو مدد نظر رکھتے ہوئے ہم بات کریں۔ لیکن ایک پہلو پہ ہم بات کرتے ہیں دوسرے پہلو پہ ہم بات نہیں کرتے ہیں۔ کم عمری میں شادی کرانا، جناب رسول اللہؐ نے بی بی عائشؓ سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو وہ نوسال کی تھیں۔ تو کیا یہ کم عمری نہیں تھی۔ جناب نبی اکرم ﷺ جب شادی کرتے تو کوشش یہ کرتے کہ اُس خاتون سے وہ شادی کرتے جو بیوہ ہوتے۔ یا مطلقاً کیونکہ اُسکی کوئی دادرسی نہیں ہوتی۔ کس کے پاس وہ جائے۔ پیغمبر ﷺ کو ہوا۔ اُم سلمہؓ کے جب خاوند فوت ہوئے تو جناب رسول اللہؓ اُنکے پاس گئے ایک کونے میں کھڑے ہو کے کہا کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تو اُم سلمہؓ نے دو باتیں کہیں ایک یہ کہ آپ ﷺ پیغمبر ہیں آپ کا اتنا بڑا مقام ہے آپ مجھ سے

شادی کرنا چاہتے ہیں اور مجھ میں دو تین ایسی بدنما خرابیاں اور خامیاں ہیں جو آپ سے برداشت نہیں ہو سکتیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا خامیاں ہیں؟۔ آپ نے کہا کہ مجھ میں ایک خامی یہ ہے کہ میں زبان میں بہت تیز ہوں۔ میری زبان کو آپ کنٹرول نہیں کر سکتے۔ دوسرا بات یہ ہے کہ میں بیوہ ہوں اور میرے بچے زیادہ ہیں فلاں ہے یہ ہے وہ ہے۔ تو پیغمبر ﷺ نے کہا کہ جب آپ بیوہ ہیں آپ کے بچے ہیں مثلاً یہ تو اسوقت برا ہو تا جب مجھے برالگتا۔ جب میں آپ کو چاہتا ہوں جب میری چاہت ہے یہ مجھ پر چھوڑیں۔ لیکن آپ کی زبان کی جو برائی ہے وہ میں اللہ سے دُعاء مانگتا ہوں انشاء اللہ وہ نہیں ہوگی۔ تو شادی کر لی۔ تیسرا بات ڈاکٹر صاحب نے یہ کہی کہ عورت کی مرضی سے شادی نہیں ہوتی۔ جب عورت کی یا لڑکی کی مرضی سے شادی نہیں ہوتی تو بعض اوقات خودکشی کی طرف وہ لوٹ جاتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اور لڑکی اور لڑکے کو نہیں دینا چاہئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے جب ولی اور سرپرست کی بات کی کہ آپ اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر کسی لڑکے سے نکاح نہ کریں اور لڑکا کسی لڑکی سے نکاح نہ کرے۔ اسیں کوئی حکمت ہوگی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر ایک لڑکی کی چاہت یہ ہے کہ میں نوجوان سے شادی کروں لیکن خاندان کی چاہت یہ ہے کہ نوجوان سے نہیں اس بوڑھے سے اسکی شادی کرو اول گا کیونکہ وہ سرمایہ دار ہے۔ تو خاندان کی نظر اسکی دولت اور سرمائے پر ہے اور لڑکی کی نظر میں ترجیح کیا ہے نوجوان؟۔ کہ اگر خاندان اسکا یہ فیصلہ کرے اس بوڑھے کے حق میں تو یہ ظلم ہے۔ کیا یہ حکمت ہے یا نہیں؟ اگر ہم free hand دیدیں خاندان کو ولی کو یا لڑکے کو۔ فرض کریں کہ ایک لڑکی کہتی ہے کہ میں شادی کرتی ہوں زید سے۔ لیکن زید ہے لوفر۔ وہ ہے بدمعاش۔ اسکے اخلاق بیکار ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ معاشرے کا بدنما آدمی ہو گا لیکن لڑکی کی نظر کسی چیز پر ہے اسکی نظر اس پر ہے کہ خوبصورت نوجوان ہے۔ آپ ذرا اسکا background، یعنی اسکا اخلاق کیا ہیں اسکا باپ اور دادا کیا ہے اسکا خاندان کیا ہے کہاں سے اسکا contact ہوتا ہے؟ آپ ذرا اپس منظر دیکھیں ارڈگرڈ پھر جا کے اسکے ساتھ نکاح کریں۔ تو میرے خیال میں جناب اپنے صاحب! یہ جو قرارداد لائی ہے واقعی اہمیت کی حامل قرارداد ہے لیکن جو شرط انہوں نے پیش کی اس سے مجھے اتفاق نہیں ہے اس حد تک میرعبد الرحمن جمالی صاحب نے کہا کہ۔۔۔۔۔

جناب اپیکر: مولانا صاحب! تشریح written میں ہے اُس سے کیا آپ الفاظ کرتے ہیں؟ وہ تشریح تو انکی اپنی ہے لیکن written میں ہے۔

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): جناب اپیکر! آپ میری بات سنئیں ایسی تشریح کی ہم کبھی بھی اجازت نہیں دینگے جس سے ایک لڑکی اور ایک بچی اور ایک بیٹی اور ایک خاتون کی عزت پر قدغن ہو۔ لوگوں نے خاتون کو بھیڑ کری کہا۔ اور اسلامی تعلیمات کا ذکر انہوں نے کیا۔ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے وہ بھیڑ کری نہیں ہے وہ خوبصورت انسان ہے اُسکی کوئی قیمت نہیں ہے۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اپیکر: ok مہربانی جی۔

میر شیر احمد بادینی: جناب اپیکر! یہ ایک اچھی قرارداد ہے۔ جس طرح کہ وزیر قانون و پارلیمانی امور نے فرمایا کہ اس پر قانون سازی پہلے ہوئی ہے اس پر قانون بنائے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ add کیا جائے کہ جو قانون ولو، جہیز اور لب کیلیتے بنائے اُس پختی سے عملدرآمد کیا جائے۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اپیکر: جی۔

رحمت علی بلوچ: جناب اپیکر! جس طرح کہ منسٹر صاحب نے بات کی یا کہ معزز رکن اسمبلی ڈاکٹر شمع اسحاق صاحب نے یہ قرارداد پیش کی، جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے تو جناب والا! خاص طور پر بلوچ اور پشتون روایت میں اور خاص کر ہمارے مذہبی حوالے سے اگر دیکھا جائے تو میرے خیال میں عورت کا ایک بڑا مقام ہے ہمارے مذہب میں بھی لیکن یہ بھیڑ کریوں کی جوبات چل رہی ہے میں منسٹر صاحب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اس جہیز کی لعنت کے خلاف جو یہ قرارداد لائی گئی ہے اس میں یہ ہے کہ میرے خیال میں اگر دیکھا جائے تو یہ صرف ہندوستان میں رائج ہے یہ جہیز، بخشیت مسلمان بخشیت ایک اسلامی ملک میں رہتے ہوئے اسی جہیز کے خلاف یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اگر آپ مثال لے لیں تو ایسی بہت سی لڑکیاں یا عورتیں جنکی زندگیاں بر باد ہوئی ہیں اسی جہیز کے حوالے سے جن کی ماں باپ یا والدین غریب ہیں وہ جہیز نہیں دے سکتے ہیں ہزاروں زندگیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ اس قرارداد کا مقصد یہی ہے کہ اس جہیز کی لعنت سے عورتوں اور لڑکیوں کو چھکارا حاصل ہو جس طرح اسلامی قانون میں انہیں ایک مقام حاصل ہے انہیں ایک حق دیا گیا ہے اُسی حق کے مطابق اُسکا اُن کو حق ملے۔ تو اس حوالے سے میرے

خیال میں ہم تمام ایوان سے استدعا کرتے ہیں کہ اس قرارداد کی حمایت کی جائے تاکہ اسلامی قانون کے مطابق شرعی قانون کے مطابق عورتوں اور لڑکیوں کی شادیاں ہوں۔

جناب اپیکر: ok۔ ڈاکٹر قیہ۔ راحیلہ!۔ ڈاکٹر قیہ میرے خیال میں سب سے سینئر ہیں یہ اس موضوع پر اچھی بات کر سکتی ہیں۔  
ڈاکٹر قیہ ہاشمی: یہ وکیل ہیں یہ کہیں۔

محترمہ راحیلہ ڈرانی: میں یہ سمجھتی ہوں کہ ڈاکٹر شمع اسحاق صاحب نے جو قرارداد اپیش کی ہے وہ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ جس طرح سے ہمارے منشی صاحب نے کہا عبد الرحمن جمالی صاحب نے کہ اس پر قانون سازی ہوئی ہے اور اسی میں مزید amendments ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر شمع نے جو بھی ولور اور جنیز کے بارے میں جو تصویر کی ہے حافظ صاحب نے اُس سے تھوڑا سا اختلاف کیا لیکن جہاں تک ہمارے practical تجربے کا تعلق ہے میں خود ایڈ ووکیٹ رہی ہوں تقریباً کافی عرصے سے، ہم اسی میں یہی دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ڈاکٹر شمع نے کہا ہے وہ حقیقت سے بہت قریب ہے۔ انہوں نے میرے خیال میں الفاظ استعمال کیئے ہیں وہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے نہیں کیئے ہیں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اسوقت یہ condition ہماری majority میں نہیں بلکہ ساری خواتین کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے جس کو انہوں نے کچھ الفاظ کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں پہلے تو ہمیں دیکھنا ہے کہ ولور کی تعریف میں جاتی ہے ہمارے اسوقت سوسائٹی میں یا جنیز کو ہم کس طرح لیتے ہیں۔ ہم اس طرح لے رہے ہیں اسوقت moral سطح پر ہم نے ساری بات کی ہے ہم نے کوئی بھی بات law کے حوالے سے نہیں کی ہے۔ جنیز اسوقت زیادہ سے زیادہ جنیز اپنی بیٹی کو دیتا ہے سب سے زیادہ اُسکی تعریف کی جاتی ہے اُس لڑکی کی عزت کی جاتی ہے۔ اسی طرح ولور کے بارے میں یہی story سُنتے آئے ہیں کہ ایک والد نے اپنی بیٹی کا جب رشتہ کیا تھا کہ جتنا میں اسکا ولور کھوں گا تو اُسکی اتنی زیادہ سر اسال میں قدر کی جائے گی۔ تو اس حوالے سے دونوں چیزوں کو اگر مشترکہ طور پر دیکھا جائے تو تھوڑا بہت یہ حق مہر سے جا کے مل جاتے ہیں لیکن اسکے دینے کا یا اسکی limitation کا جو طریقہ کار ہے وہ بے انتہا غلط ہے۔ جنیز کو اگر دیکھا جائے تو اتنا بوجھ لڑکی پر demand کی صورت

میں ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ والدین اداہی نہیں کر سکتے ہیں اور بہت سی لڑکیاں بغیر شادی کے رہ جاتی ہیں اور ولور کی صورت میں لڑکے پہ اتنا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ ساری عمر ہی رقم جمع کرتا رہتا ہے اور اُسکی عمر شادی کے وقت زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ بوجھ ہا ہو جاتا ہے۔ تو اس سلسلے میں یہی کہنا ہے دوسرا بات جو انہوں نے زبردستی کی شادی کے حوالے سے کہی یہ بھی ایک بہت بڑا fact ہے اُسیمیں کوئی جھوٹ نہیں ہے بہت زیادہ زبردستی کی شادیاں کرائی جاتی ہیں۔ حافظ صاحب نے بہت اسلامی لحاظ سے بتیں کیں بہت اچھی بتیں کیں لیکن practically جو ہمارے معاشرے میں اسوقت ہو رہا ہے ایک بالغ لڑکی اپنی مرضی سے ایک بالغ لڑکا اپنی مرضی سے شادی کر سکتا ہے اُسیمیں courts نے بہت سی اپنے references ہے کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور کس سے شادی نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ ولی کے حوالے سے جو بھی بات ہے وہ بعد میں کافی لمبی بحث میں تبدیل ہو جاتی ہے اسلئے اس بات میں میں نہیں جانا چاہوں گی۔ تو اس حوالے سے آخر میں میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ حافظ صاحب کیا اس قرارداد پر ووٹ دینے کے حق میں ہیں؟ کیا ہم سب لوگ جہیز اور ولور دینے کے حق میں ہیں؟ میں تو نہیں سمجھتی کہ اس طرح کا بوجھ ڈال کر ہم اپنی خواتین کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں۔ limitation کی جہاں تک بات ہے حضور ﷺ کے حوالے سے حافظ صاحب نے حدیث بتائی کہ کم سے کم دس درہم۔ آخر وہ درہم کی اسوقت کیا value تھی۔ کیا وہ سونے کے سکتے تھے؟ اور جہاں تک میری معلومات ہیں اُسیمیں تو یہی کہا جاتا ہے کہ سکہ رانج الوقت۔ اسوقت کے حوالے سے جتنا بھی اُسکا شرعی حق مہر یک آدمی دے سکتا ہے اور اپنی ایک حیثیت کے مطابق دیتا ہے، جب demand کی جاتی ہے تو وہ اگر دے سکتا ہے تو وہ اپنی رضامندی اور خوشی کے تحت دیتا ہے وہ تو جیسا کہ آپ بتا رہے ہیں کہ ایک عورت کو ہم عزت دیتے ہیں اور اُسکی کوئی قیمت نہیں ہے۔ تو اس حوالے سے تو وہ جتنا حق مہر دینا چاہ رہا ہے حق مہر لکھنا چاہ رہا ہے تو اُسکی تو کوئی limitation نہیں ہے۔ تو اسی حوالے سے میں کہنا چاہتی ہوں کہ یہ ایک اچھی قرارداد ہے اور اسکو بول کیا جانا چاہیے اور منظور کیا جانا چاہیے۔

جناب اسپیکر: ok۔ جی حافظ محمد اللہ صاحب!

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): جناب اسپیکر! بات یہ ہے کہ قرارداد کے حوالے سے میرا کوئی اختلاف نہیں ہے  
قرارداد سے میرا تفاق ہے ایک ہے ولور دوسرا ہے جہیز ولور جس کو عربی میں کہتے ہیں مہر میں نے اسکی تشریع  
کی کہ مہر کی مقدار کم سے کم دس در ھم ہے جناب ﷺ نے زیادہ مقدار کے بارے میں نسبت نہیں رکھی کوئی  
اندازہ نہیں رکھا ہماری روایات کے مطابق جو بھی ہوا سے ہم اپنی بے عزتی نہ سمجھونا اس کو ہم خرید و فروخت  
سمجھیں اور جہیز کے بارے میں ہمارے بلوچستان میں جہیز کا روانج نہیں یہ زیادہ تر سندھ اور پنجاب میں  
ہے جو کہ شرعی نکتہ نظر سے بالکل غلط ہے۔

جناب اسپیکر: مولوی در محمد صاحب!

مولانا در محمد (وزیر حج و اوقاف): جناب اسپیکر! قرارداد کا متن صحیح ہے اس سلسلے میں واقعتاً ہمارے روانج  
شرعی حدود کو متجاوز کر جاتے ہیں مہر ہو ولور یا جہیز۔ جہیز وہ ہوتا ہے جو لڑکی کو والدین کی جانب سے  
دیا جاتا ہے۔ مہر اور ولور جو کہ شوہر کی جانب سے دیا جاتا ہے جو کہ شرعاً جائز ہے لیکن وہ بھی منقولہ کے  
حالات کو تقاضوں کو دیکھ کر مقرر کیا جائے۔ ہمارے علاقے میں ایسا ہوتا ہے۔ کہ والدین ولور لیکر کھالیتے  
ہیں یا بھائی لیکر کھالیتے ہیں یا لڑکی کے جووارث ہیں وہ کھالیتے ہیں جو شرعی حق نہیں جبکہ ولور لڑکی کی  
ضروریات ہے یہ اس کا حق ہے اور اسی کو دیا جاتا ہے۔ اس میں شرعی جواندازہ ہے اس کے مطابق مہر طے  
کیا جاتا ہے۔ یا مہر دیا جاتا ہے۔ تو شرعاً جائز ہے لیکن وہ اپنے اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا  
چاہتے ہوں یعنی اس لڑکی کے وارث وہ غلط ہے اس سلسلے میں لڑکوں کے نکاح نہیں ہوتے ہیں۔ کہ ولور  
نہیں ملتا ہے اس لئے اس کو سالہا سال گھر بیٹھنا پڑتا ہے۔ یہ ظلم ہے اس میں کوئی شک نہیں باقی رہا نکاح  
عورت کی رضامندی سے شرعاً بلکہ فقہ حنفی کی روح سے جائز ہے کہ لڑکی سے پوچھا جائے باقی ولی کے جو  
اختیارات ہیں وہ ایسی جگہ پر نکاح نہ کریں جہاں ولی کے شان کوٹھیں پہنچ جہاں ولی نہیں چاہتا ہو کہ وہ نسل  
میں اس سے کم ہو رفت میں کم اخلاق میں کم ہو تو وہ الگ بات ہے۔ ولی کو اس لئے حق دیا گیا ہے۔ باقی  
اجازت عورت کی بھی شرط ہے کہ وہ عاقل و بالغ ہو اس سے تو پوچھا جاتا ہے کہ آپ اس سے خوش ہو جس  
سے آپ کا نکاح باندھا جا رہا ہے۔ اگر وہ اس شخص سے خوش نہیں تو شرعاً بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ  
کا مذہب بھی یہی ہے کہ لڑکی سے پوچھا جائے اور اس کی رضامندی سے شادی کروائی جائے باقی رہا یہ کہ

لڑکی بخیر ولی کی اجازت سے اپنی طبیعت کے مطابق بھاگ جی چاہے اس طرح شریعت بھی اسکی اجازت نہیں دیتی بلکہ ولی کو اختیار دیا ہے۔ کہ لڑکی اور ولی دونوں کی اجازت سے نکاح بندی ہو۔ باقی رہا جہیز کا مسئلہ یہ تو پاکستان میں ہے بلکہ بلوچستان میں کم ہے جہیز کا مطلب یہ ہے کہ والد کی طرف سے کچھ چیزیں جو کہ پہلے بہت معمولی ہوا کرتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ گونکاہ کے وقت حضور ﷺ نے کچھ چیزیں دیں اب اس کو بڑھا چڑھا کر بلکہ ایک بوجھ بنایا گیا جس میں مکان، گاڑی، بیٹی وی وغیرہ۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر والد کا جی چاہتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو بطور تخفہ دینا چاہتا ہے وہ منوع نہیں لہذا قرارداد کو اس طرح پاس کیا جائے جیسا کہ الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ کہ شریعت کے تقاضوں کے مطابق اور شریعت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرارداد کو پاس کیا جائے۔

محترمہ راحیلہ درافی: جناب اسپیکر! ہمارے ہاں نکاح کے فارم میں ایک خانہ بننا ہوا ہے۔ حق مهر کا تو اس میں باقاعدہ لکھا جاتا ہے کہ شادی کے وقت کتنا حق مهر دیا جائے گا لڑکی کو یا لڑکے کو۔ اب اس قرارداد میں یہ ترمیم کی جائے کہ اس چیز کی implement کی جائے اس وقت بلوچستان میں یا اس اسیبلی میں جتنے حضرات و خواتین شادی شدہ ہیں تو اپنی پیویوں کو حق مهر دیا ہے۔ جبکہ یہ شرط ہے۔ You have to pay the Haq Mahr first day. ہے نکاح نامے میں تو اس پر لازم ہوتا ہے۔ کہ وہ حق مهر دے تو اس کی implement اس وقت مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اگر اس میں تھوڑی ترمیم کر کے اس کے implementation کی طرف توجہ دی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

محترمہ روہینہ عرفان: جناب اسپیکر! یہ قرارداد بہت اہمیت کی حامل ہے، ہم ایک مذہبی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے ہیں کیونکہ اس قرارداد میں کچھ ترمیم کرنا چاہئے اور اس ترمیم کے ساتھ منظور کی جائے۔

جناب اسپیکر: ترمیم آپ کو لکھ کر دینا ہو گی۔

محترمہ روہینہ عرفان: وہ میں لکھ کر دے دیتی ہوں۔

جناب اسپیکر: جی، شیم صاحب!

محمد شیم تریالی: شکریہ جناب اسپیکر! میں اپنی جانب سے اس قرارداد کی بھرپور حمایت کا اعلان کرتا ہوں ولور

کا نام سنتے ہی نوجوان اور ان کے والدین فوراً پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ ہمارے معاشرے میں جو انتہائی غریب طبقے پر محیط ہے جو اس وقت میں کہتا ہوں کہ ۸۰ فیصد لوگ ولور کی طاقت نہیں رکھتے اس کی خاص وجہ میں ملاوں کو ٹھیکرا تا ہوں چونکہ نکاح کے وقت ملا صاحب نکاح پڑھتا ہے تو اس وقت ولور طے کیا جاتا ہے کہ ولور دولا کھ یا پانچ لاکھ یا دس لاکھ تو وہ ملا آرام سے بیٹھا ہے کچھ نہیں کہتا ہے کہ بس صحیح ہے چونکہ وہ ملا کو کچھ پیسے اسی ٹائم ملتے ہیں تو وہ لے لیتے ہیں باقی وہ خاموش رہتا ہے جس سے ہمارے غریب طبقے کو بہت پریشانی لائق ہوتی جناب والا! اگر دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں، میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک کروڑ پر بھی ایک نکاح ہوا ہے قلعہ عبداللہ گستان کے علاقے میں پشتوں آباد کے ایک علاقے میں ۶۵ لاکھ روپے کی ایک منگنی ہوئی ہے اسے ملاوں نے کرانی ہے عامی لوگ تو نکاح نہیں پڑھا سکتے ہیں اب بھی ہماری اسمبلی میں ایسے معزز ارکین موجود ہیں جو اس ولور کی لعنت کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتے ہمارے ایک معزز منستر جو منستر بن گیا اس کے ایک دو مہینے بعد تنخواہ لیتے ہی اس نے اپنی شادی کر لی چونکہ یہ بہت ہی پریشانی کی بات ہے میں اس ترمیم کے ساتھ میں یہ کہونگا کہ ملاوں کو پابند کیا جائے کہ اگر وہ ولور جس منگنی میں بھی ہو اس پر پابندی عائد کی جائے تب یہ کبھی نہیں ہوگا اگر ملاوں پر نکاح پڑھاتا ہے تو یہ بات عام ہو گی ہمارا ایک ماسٹر جو چار ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے معاشرے میں بہت سے ایسے لوگ ہیں تو وہ کبھی شادی کا سوچ بھی نہیں سکتا چار ہزار روپے اگر اکھٹا کرتا رہے تو دولا کھ یا تین لاکھ روپے دس بیس سال میں بھی وہ ادا نہیں کر سکتا اس کی عمر بیس سال ہو گی تو اس وقت تک چالیس یا پچاس سال کا ہو جائیگا تو پھر اس کی شادی کب طے ہو گی تو میں اس ترمیم کے ساتھ کہ ملاوں کو اس پر پابند کیا جائے پھر وہ نکاح پڑھایا جائے۔

جناب اسپیکر: او کے مہربانی، جی صدیقی صاحب!

عبدالواحد صدیقی (وزیر تعلیم): جناب اسپیکر صاحب! نیم تریائی صاحب نے جو بات کی ہے نکاح میں اس وقت جو لوگ شامل ہوتے ہیں چونکہ نکاح ملانے پڑھانا ہے اس لئے اس وقت اسے پیسے دیتے جاتے ہیں لیکن اس وقت جو ملک اور خان بیٹھے ہوتے ہیں ان کا باقاعدہ ٹیکس رکھا گیا ہے وہ وصول کرتے ہیں ملک صاحب بھی وصول کرتے ہیں اور خان صاحب بھی لیتے ہیں جہاں تک ولور کا تعلق ہے تو چونکہ منگنی کی

دعوت مرد کی طرف سے دی جاتی ہے مگر کسی کی رضامندی کی شرط بھی انکی طرف سے ہوتی ہے پسیے اس نے دیئے ہیں اس میں ملا کا کوئی قصور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ خود پسیے دیتے ہیں اس پر وہ راضی ہو جاتا ہے کہ میں نے واقعی یہ پسیے دیتے ہیں جہاں تک قلعہ عبداللہ کی بات ہے۔ جناب اپسیکر! ایک چیز کی میں وضاحت کروں گا کہ نیسم صاحب نے اپنے انداز سے جوبات کی اس کا مقصد میرے خیال میں یہ ہے کہ ملا بائیکاٹ کریں اگر کسی نے زیادہ ولوریا ہواں کا نکاح نہ پڑھا میں انکا مقصد یہ تھا ملا کو ٹارگیٹ نہیں بنایا گیا لیکن اس کا انداز یہی تھا جی۔

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): جناب والا! ضروری نہیں ہے کہ مولوی نکاح پڑھائیں یا مولوی جنازہ پڑھائیں ہر مسلمان علم رکھتا ہے وہ بھی پڑھا سکتا ہے مولوی کے اوپر تو خواہ توہاہ ہر ایک چیز آتی ہے۔

جناب اپسیکر: مولوی صاحب بالکل پڑھ سکتے ہیں، نیسم صاحب، آپ بغیر اجازت کے اٹھے ہو گئے ہیں اور بغیر اجازت کے بول رہے ہیں، جی۔

عبدالواحد صدیقی (وزیر تعلیم): تو جہاں تک نکاح نامے کی وہ بات کر رہے ہیں کہ قلعہ عبداللہ میں کسی نے ایک کروڑ روپے میں شادی کی ہے وہ صرف قلعہ عبداللہ ہی تک محدود ہے اور اگر پشتوں آباد میں جس نے شادی کی ہے وہ قلعہ عبداللہ کا ہوگا، لیکن وہ اس طرح کیا کرتے ہیں کہ تیسری شادی وہ کرتے ہیں ظاہر ہے تیسری شادی کرتے وقت والدین نے تو پیسوں کا لحاظ رکھنا ہے اور کس چیز کا لحاظ رکھنا ہے تو پسیے اس سے وصول کئے جاتے ہیں اور اپنی بیٹی اسے دی جاتی ہے تو اس میں ملا کا کوئی قصور نہیں ہے اگر ہمارے خان صاحب اور ہمارے جو لوگ شادی کرتے ہیں وہ اگر نہ کریں تو ملائیں کرواۓ گا اور جہاں تک ان کا سوال ہے کہ صرف ملانکاح پڑھتے ہیں یہ حق آپ کو بھی حاصل ہے آپ بھی بحیثیت مسلمان جا کر نکاح پڑھیں ہمارا آپ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جناب اپسیکر: او کے فرج عظیم شاہ!

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): اگر مذکورت کے ساتھ محترمہ تو کسی حافظ صاحب سے کہا کہ جی حلوا پکایا اس نے کہا مینو کی یہ اس نے کہا تو اڑے واسطے پکایا اس نے

کہا تینوں کی تو۔

محترمہ فرح عظیم شاہ: جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں معزز رکن ڈاکٹر شمع کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ وہ ایک اہم مسئلے کو اسمبلی میں لے کر آئیں اور یہ ایسی رسومات ہیں جناب اسپیکر! جن کو والدین ہر قیمت پر پورا کرنا چاہتے ہیں ابھی جس طرح منسٹر صاحب نے کہا ولور کی بات کی تو صاحب حیثیت جو لوگ ہیں ان کو تو کوئی مشکل نہیں ہے ولور دینا لیکن زیادہ جو اس میں ملوث ہوتے ہیں غریب لوگ ہوتے ہیں اور میں یہ کہنا چاہوں گی جناب اسپیکر! کہ ان تمام رسومات کو پورا کرنے کے لئے والدین اپنی سماکھ کو اس معاشرے میں برقرار رکھنے کے لئے قرض تک لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تو اس وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہی کی طرف جا رہا ہے تو ان رسومات کو غیر شرعی قرار دیا جائے لیکن ترا میم کے ساتھ اس قرارداد کو ایوان میں منظور کیا جائے۔ شکریہ!

جناب اسپیکر: عبدالرحیم صاحب! آپ اس پر بولیں گے، جی۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈوکیٹ: جو قرارداد ڈاکٹر صاحبہ لے آئی ہیں اور اس پروزیر قانون و پارلیمانی امور نے اس پر قانون سازی کی بات کی ہے بنیادی طور پر یہ ایک سماجی مسئلہ بھی ہے جناب اسپیکر! اور اس کے ساتھ ساتھ شرعی مسئلہ بھی ہے، ہم شریعت کے معنی پوری طرح نہیں جانتے ہیں اور معاشرتی طور پر جو برائی کے معنی اس میں جو خرابیاں ہیں ان کی بھی بعض دوستوں نے نشاندہی کی مطلب بنیادی طور پر جناب اسپیکر! یہ ہے کہ شریعت نے مہر کے لئے حد مقرر نہیں کی ہے جب حد مقرر نہیں کی ہے تو پھر اس سے لوگ ہر طرح سے ناجائز جو فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن سماجی طور پر مسئلہ یہاں تک بگڑا ہوا ہے کہ جس دن بھی بیدا ہوتی ہے اور عورتیں وہاں جا کر پتہ نہیں پھر کیا کرتے ہیں اس دن فلاں کی ماں اور فلاں کی ماں طے کر لیتی ہے کہ میری بچی فلاں کی ہے تو ایک معنی میں وہ رضامندی جو میاں بیوی کے درمیان لازمی اور ضروری ہوتی اس کے بغیر ہوتی ہے یعنی صلاح کی حد تک مولانا صاحب نے بات کی صلاح و مشورہ والدین کے ساتھ ان کے جو گھر کے خاندان کے جو بڑے لوگ ہیں ان کے ساتھ یہ ضروری ہے لیکن اس سے بھی زیادہ لازمی اور ضروری رضامندی ہے تو ہاں ایسی چیزیں ہیں اب ان چیزوں سے لوگوں کو اپنے معاشرے کو روکنے کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں کیا اقدامات اٹھاسکتے ہیں قرارداد ہم اگر یہاں پاس بھی

کرتے ہیں اور اگر پہلے سے قانون موجود ہے یا تو یہ ہونا چاہیے کہ اس قانون میں یہ تمیم کرنی چاہیے اب صوبائی حکومت نے یہاں پر اس وقت قانون بنا ہوا ہے اور قانون پر عمل درآمد نہیں ہوتا قرارداد پر عمل درآمد ہو قرارداد پرختی سے عمل درآمد ہو یا اس قانون میں تبدیلی ہو کہ جو قرارداد پاس کر کے ہم اپنی گورنمنٹ کو بھجوادتے ہیں بھی کابینہ کے لوگ جو بیٹھے ہیں انہوں نے اس قرارداد کو پاس کرنے کے بعد اس پر کیا عمل درآمد کرایا مثال اس کی ایک تو ہے کہ والوں کو ختم کریں اسے ختم کرنے کے لئے اگر ہم تجویز کرتے ہیں اور شرعی حیثیت مولانا صاحب نے بتا دی کہ شرعی حد یہ ہے اب جوابتا شرعی حد کی ہے کہ یہ ہونا چاہیے اگر ہم اس پر لاتے ہیں اس پر وہ کرتے ہیں تب بھی ایک بات ہے اس سے تھوڑا آگے جاتے ہیں ہماری اسمبلی یہ ایوان یہ کہتا ہے کہ نہیں اتنی حد ہم مقرر کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: عبدالرحیم صاحب ایک بات جو آپ نے اپنی بحث میں کی ہے اور حافظ صاحب نے بھی میرے خیال میں اس کی تشریح کی ہے جو اس قسم کی بنتی ہے کہ اس میں حد مقرر نہیں ہے خرابی یہاں پر یہ ہے کہ جو والدین خود ولور لے کر اپنی جیب میں ڈالتے ہیں اگر لڑکی کو دے دیں تو خرابی نہیں ہو آپ اس پونٹ پر آ جائیں۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈوکیٹ: وہ تو ٹھیک ہے جناب اسپیکر! اس میں مسئلہ یہ ہے کہ مہر اصل میں بھی کا حق ہے۔

جناب اسپیکر: اس میں پھر حد نہیں ہے آپ جتنا مہر دینا چاہیں دے دیں۔

عبدالرحیم زیارتوال ایڈوکیٹ: ہاں مطلب یہ ہے کہ جتنا بھی لینگے وہ تمام کا تمام پچی کو آپ دینگے یہ اس کی ملکیت ہے یہ اس کی چیز ہے میرا اور آپ کا اس پر کوئی حق نہیں بتا ب مسئلہ یہ ہے کہ اس پچی کو یہاں تک کہ اس غریب کو پوچھتے بھی نہیں ہیں اس سے کوئی سوال بھی نہیں کرتا اس سے نہیں پوچھا جاتا کہ یہ معاملہ اس قسم کا ہے یا اس طریقے سے ہے تو اس میں ایک قسم کی پیچیدگی ہے جناب اسپیکر! شرعی طور بھی سماجی طور پر اس میں قانون میں کیسے تبدیلی ہو۔

جناب اسپیکر: اس کو میرے خیال میں ایسا کرتے ہیں اس قرارداد کو پھر ہم واپس کر دیں تو اس پر کارروائی کر کے مشترکہ، جو پیچیدگیاں ہیں جو شرعی مسئلہ ہے اس کو ایسے جلدی میں پاس نہیں ہونا چاہیے صحیح کر کے یا اس

طرح قرارداد ہو جائے کہ جو پہلے سے قانون موجود ہے اس پر عمل درآمد یعنی بنایا جائے یا اس پر کچھ یہاں پر یا اسمبلی ٹھوس اقدام کرے جی آپ رحیم صاحب آپ نے تقریر بس کی ہے۔

**کچلوں علی ایڈو وکیٹ (قائد حزب اختلاف):** اس میں اچھی بات یہ ہے کہ ابھی ہمیں یہ جرأۃ خدا نے دی ہے کہ ہم لوگ ڈیپیٹ کر رہے ہیں مسئللوں پر کچھ اس میں شرعی مسئلے ہیں اور کچھ قانونی دیکھیں ہماری جو شریعت اس کے چار جو سورس آف لاء ہیں قانون قران کو ہم کہتے ہیں شریعت میں یہ ہمارا سب سے بڑا قانون ہے اس کے بعد حدیث مجموع اجتہاد ہم کہتے ہیں کہ جن چیزوں کا قرآن میں ذکر نہ ہو تو حضرت محمد ﷺ کی حدیث میں اس کا ذکر ہو گا اور بعض چیزوں اس وقت وہ رونما نہیں ہوئی تھیں جیسے جہاز ہے ہائی جیکنگ حضرت محمد ﷺ کے وقت میں نہیں ہوئی تھی یا یہ دنیا جو گروہ کروہ کر رہی ہے اس کی تہذیب اور کلپن سارے یہ گروہ کر رہے ہیں اور یہاں یہ واقعات ہوتے ہیں تو پھر اس میں اجماع یا اجتہاد ہو گا جناب! شریعت اور انگریزی قانون میں میرج کے سلسلے میں یاشادی کے بارے میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے جیسے کہ ہمارے وزیر قانون و پارلیمانی امور نے یہ کہا تھا کہ شادی ایک سول معاائدہ ہوتا ایک ایگر یمنٹ ہوتا ہے میرے ایک ساتھی نے کہا تھا کہ وہاں جو کا پیام نامہ ہے وہاں pattern کیوں نہیں لکھتے ہیں یہ بھی ہمیں جانتا چاہیے کہ حق مہر دو قسم کے ہے میجل موابل، میجل وہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مرد عورت دونوں میں سے کوئی جس وقت فوراً جلد دست بدست ادا کریں لیکن موابل کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت وہ چاہیں اسے ادا کرنا ہو گا ابھی ان مسئللوں میں آئیں دیکھیں میری بہنوں نے جو یہ قرارداد پیش کی ہے اس کی دو چیزوں جیسے کہ ہمارے کچھ دوستوں نے کہا تھا ایک ہوتا ہے جیز ایک ہوتا ہے مہر دیکھیں یہ سو سائٹی ایک میل ٹو مینٹ سو سائٹی ہے یہ ہم لوگ اندر سینٹ کریں اس کو اور عورت کی بھی ایک لائف ہے مرد کی بھی خواہشات ہیں یا اس کی جو خواہشات ہیں ہر ایک اپنے کو خود اینٹاکس کریں سو سائٹی کو اینٹاکس کریں تو ہم کہتے ہیں کہ کنسیڈریشن حق مہر ہے میں تو اس کی زیادتی کے حق میں ہوں میں جیز کو تو نہیں مانتا ہوں کیونکہ مرد حضرات کسی بات پر غصہ کر کے عورت کو بالکل وہ ٹھکراتا ہے اگر اس کے حق مہر کم ہو جائے میں کہتا ہوں کہ جو ہم سارے لوگوں کی جو نفیسیات ہیں وہ اتنی مذہبی نہیں ہے ہم پر کیکٹیکل جو لوگ ہیں انسان ہیں اور ہم لوگوں میں حیوانات کی صفت بھی ہے ہم لوگ اسلام کے ساتھ ہی ساتھ انسان کو بخیثیت انسان بھی دیکھ لیں کہ

ہماری جلت میں کیا ہے ہماری بھی کچھ جلت ہیں میں کہتا ہوں کہ اس وقت جس لڑکی کا حق مہر کم ہے وہ غریب اتنے پریشان ہے کہ آج نہیں کل میں اگر کوئی نافرمانی کر دوں تو میرے خاوند مجھے چھوڑ دے گا لیکن وہاں کچھ فیملی رہ رہے ہیں جن کا حق مہر پانچ لاکھ ہے، سر! ہمارے علاقے میں یہ ہے کہ سو کھجور کے درخت ہیں تو ایک کھجور کے درخت کی قیمت تقریباً کیا ہو گی تقریباً دو ہزار روپے ہم اس طرح اسکادیں گے دولاکھ ہوتے ہیں اگر ایک لڑکا او باش ہوا گراس کے والدین بھی یہیں اس کو غصہ آجائے کہ بس اس بیوی کو چھوڑ ولیکن پھر وہ سوچ گا کہ یہ سو کھجور کے درخت ہم کہاں سے لائیں گے لیکن سر! ہمارے علاقے میں ابھی تک تو ایسا نہیں ہے ہمارے علاقے میں سو کھجور کے درخت یا سوانٹ ہیں یہ بھی ہم لوگوں کی یہ جو تہذیب ہے یہ تہذیب ڈلیسٹ کی ہے جو ابھی تک ہمارے راجح ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک آپ کے مہر کی ڈیٹری میٹیشن کی بات ہے یہ اتنی رقم ہو کیونکہ یہ کنسیڈریشن ہے میرے وزیر موصوف چلے گئے اور ہمارے عالم بیٹھے ہوئے ہیں کبھی کبھار سر! نکاح ہی ہو گا میں ادب کے ساتھ کہتا ہوں وہاں مباشرت نہیں ہو گی دیکھیں وہاں حق مہر وہ نہیں ہو گا جب مباشرت ہو گی اس چیز کو ہم نوٹ کریں اگر وہاں مباشرت ہوئی تو کیا کرنا چاہیے مرد پر یہ لازم ہے کہ وہ تمام حق مہر دیں اگر نکاح ہوا ان کا ملاپ نہیں ہوا تو دیکھیں ہماری شریعت بھی حقوق پر بحث کرتی ہے اس کے واجب لاداپ اس کا سارا دار مدار ہے ہم کہتے ہیں کہ جہاں تک حق مہر ہے اس کی حد بالکل لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپے ہونا چاہیے تاکہ عورت کا جو خوف ہے وہ محفوظ ہونا چاہیے دوسرا جہاں تک جہیز کا تعلق ہے کہ عورت غریب ہے اس کے والدین کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی چار چار پانچ پانچ بچیاں ہیں وہ حیران ہیں کہ ہم کس طرح پیسے کمائیں اگر کوئی ٹکر کے ہے یا چھوٹا ملازم ہے وہ بہت پریشان ہے کہ میں کس طرح پیسے کماؤں وہ تو دعا کرتا ہے یا اللہ مجھے بچیاں نہ دے حالانکہ ہم نے تو یہ ڈیپارٹمنٹ جو کہ پاپولیشن ویلفر وہ تو لکھا ہے کہ بھی جو بیٹیاں ہیں وہ اللہ کی رحمت ہیں لیکن وہ اس چیز کے ڈر سے وہ بھی کہتا ہے کہ مجھے خدا بچیاں نہ دے ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک جہیز کا معاملہ ہے یہ ایک غلط چیز ہے جہاں تک حق مہر کا معاملہ ہے اور لوگ کے بارے میں مجھے ابھی میری بہنوں نے دکھادیا تھا ایک قرارداد پہلے بھی ایک ہمارے مولوی صاحب نے یہاں پیش کی ہے اس پر عبدالصمد خان اچھری نے بھی بحث کی تھی وہ کہتا ہے کہ لوگ کے لفظی معنی پستو میں وہ مہر ہے اور جہاں تک ہم بلوچوں کے ہاں ہے

ہم لوگوں کے ہاں جھیز نہیں ہے وہی حق مہر ہی ہے اور ہماری جو تہذیب کی ہے وہ کیا کہتی ہے جو انہوں نے کیا ہے اس نے عربستان کی طرح کیا ہے ابھی تک وہی ہے جو عربوں کے ہاں ہیں وہی اونٹ وہی کھجور کے درخت وہی زمینیں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں جب اس پچی یا اس خاتون کو دینے گے یہ اس کی پر ٹپکشنا ہے تاکہ مرد حضرات غصہ نہ کریں اس کی جوزندگی ہے اس کو اپنے منشاء کے مطابق وہ نہ کریں ہم یہ کہتے ہیں کہ بالکل ایک اچھی قرارداد ہے اس میں صرف وہ جو جھیز ہے جھیز ایک لعنت ہے جہاں تک حق مہر ہے جو ولور والا ایکٹ کی بات کی جمالی صاحب نے اس میں میرے خیال میں بہتر یہ ہو گا کہ اس میں امینڈمنٹ لائیں۔ مہربانی۔

جناب اپنے: Ok مہربانی میرے خیال میں اب اس پر بہت بحث ہو گئی محترمہ سے میں ریکویٹ کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو فی الحال آپ والپس لے لیں اس میں کافی پچیدگیاں آئی ہیں والپس ہاؤس کی اجازت سے لیں گی وہ خود نہیں لے سکتی ہے آپ اجازت دیں گے اجازت ہے۔

میر جان محمد جمالی: کمیٹی کو ریفیڈ کریں کہ امینڈ کر کے لے آئے مولانا نور محمد صاحب اس پر اچھی تجویز اور لائے ہیں خواتین کی طرف سے اتنی اچھی سوچ آئی ہے حزب اقتدار حزب اختلاف سے ایک اپیشل کمیٹی بنائیں اور ۱۹۶۷ء کے اس ولورا یکٹ کو اپ گریڈ کر دیں بہت ہی سماجی مسئلہ ہے شاکستہ علمانی ٹیپ کیسیز اس طرح ہو رہے ہیں وہ توحد سے نکلے ہوئے ہیں ہم تو حد میں ہیں۔

جناب اپنیکر: مجلس منتخبہ اس میں صرف اس معاملے کے لئے کمیٹی بناتی ہے اپنیل کمیٹی اس میں میرے خیال میں ایک جو ہمارے بہت اچھے عالم ہے اس میں مولوی فیض محمد صاحب ہیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں وہ بڑے فقیہ ہیں اور اس میں آپ بتا سکتے کہ کون کون ہوں باوس والے نام دے دیں۔

میرے حارث، محمد جمالی، مولودی نور محمد صاحب ہر، اوزیشن کے دوستوار سے بھجو آئے۔

جناب اسپیکر: میر کہتا ہوا جو اس مسئلے کو صحیح تھا ہو۔

میر جان محمد جمالی: لاے منسٹر سمجھتے ہیں، ہم سب مسلمان سمجھ گئے ہیں آدھے گھنٹے کی بحث سے کافی ذہین کھلا ہے۔

چنان اپسیکر: اور اس میں مولوی فیض محمد صاحب، بکاول صاحب، ڈاکٹر شمع اسحاق، تیسرے شمینہ سعد نے

ہاں واقعی وہ تو شمینہ سعید اس پر بہت اچھی طرح بات کی ہے، شمینہ سعید یہ چاہو گی کہ آپ کا نام نوٹ کریں اس میں نے لکھ لیا۔ کچکوں صاحب ہو گئے ڈاکٹر شمع اسحاق اور شمینہ سعید ہو گیں مولوی فیض محمد صاحب ایک اور نام بتا دیں۔

میر جان محمد جمالی: وزیر قانون و پارلیمنٹی امور کا ہونا لازمی ہے کیونکہ آپ نے آپ گردید کرنا ہے۔

جناب اسپیکر: وہ تو ہو گئے مولوی فیض محمد صاحب ہیں وہ بڑا اچھا عالم ہے ایک جمالی صاحب آپ ہو گئے۔

میر جان محمد جمالی: عبدالرحمن جمالی بلحاظ عہدہ اس میں لازم ہو گئے کو آرڈینیت کرنا ہے مودو ہونا ہے انہوں نے سرکاری طور جواہر میں ۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: Ok جمالی صاحب پانچ تو ہو گئے باقی اگر کسی کی خواہش ہو تو۔

میر جان محمد جمالی: جناب! ایک گزارش ہے جو اصول ہوتا ہے کہ وزیر قانون و پارلیمنٹی امور اس کے بلحاظ عہدہ رکن ہو گئے انہوں نے اس کو coordinate کرنا ہے۔ اور خواتین کا ہونا لازمی ہے اور کٹ آف ڈیٹ ضرور دیں کہ کس تاریخ کو اسے آپ نے لانا ہے۔

جناب اسپیکر: او کے اب آپ سن لیں۔ یہ کمیٹی مشتمل ہو گی۔

۱۔ وزیر قانون و پارلیمنٹی امور

۲۔ ڈاکٹر شمع اسحاق

۳۔ مولوی در محمد صاحب

۴۔ مولوی فیض محمد صاحب

۵۔ کچکوں علی صاحب لیڈر اپوزیشن آف

۶۔ محترمہ شمینہ سعید صاحبہ

۷۔ عبدالرحیم زیارت وال ایڈ ووکیٹ۔

یہ کمیٹی ہو گی اور اس کمیٹی کے چیئرمین جمالی صاحب اور یہ کمیٹی جتنی جلدی ہو سکے اگلے سیشن میں اور یہ ممکن نہ ہو تو اس کے next سیشن میں رپورٹ تیار کر کے ایوان میں پیش کرے۔ کیونکہ یہ اہم مسئلہ ہے اور جو بھی آپ نے رپورٹ تیار کی اس پر انشاء اللہ قانون سازی ہو گی۔ او کے۔

جناب اسپیکر: محترمہ رو بینہ صاحب اپنی قرارداد نمبر ۱۰۰ پیش کریں۔

### قرارداد نمبر ۱۰۰

محترمہ رو بینہ عرفان: قرارداد یہ ہے کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ چونکہ صوبہ قبائلی قدغن کے پیش نظر حکومتی پالیسی کے تحت خواتین کو اپنے گھر کے قریب ترین جگہوں پر تعینات کرنے کی پابند ہے لیکن بد قسمتی سے مختلف سیاسی اور دیگر مصلحتوں کی بناء مذکورہ پالیسی کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے لہذا صوبہ کے مفادات کے پیش نظر سرکاری ملازمین بالخصوص خواتین اساتذہ کو اپنے گھروں کے قریب ترین علاقوں میں تعینات کیا جائے۔

جناب اسپیکر: قرارداد جو پیش کی گئی یہ ہے کہ یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ چونکہ صوبہ قبائلی قدغن کے پیش نظر حکومتی پالیسی کے تحت خواتین کو اپنے گھر کے قریب ترین جگہوں پر تعینات کرنے کی پابند ہے لیکن بد قسمتی سے مختلف سیاسی اور دیگر مصلحتوں کی بناء مذکورہ پالیسی کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے لہذا صوبہ کے مفادات کے پیش نظر سرکاری ملازمین بالخصوص خواتین اساتذہ کو اپنے گھروں کے قریب ترین علاقوں میں تعینات کیا جائے۔ اس کی admissibility پر جی رو بینہ۔

محترمہ رو بینہ عرفان: جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے ایس اینڈ جی اے ڈی لیٹر نمبر ۱۹۹۸/۲ssr15Qs&gad2524155311 یوں کو بطور ریکارڈ ایوان میں پیش کرتی ہوں۔

یہ کاغذات سیکرٹری اسمبلی کے پاس ہیں۔

جناب اسپیکر: جی۔

محترمہ رو بینہ عرفان: جناب اسپیکر! بلوچستان ایک پسمندہ صوبہ ہے اور یہ خوش آئند بات ہے یہاں پر تعلیم کا شعور بڑھتا جا رہا ہے۔ خواتین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں سرکاری ملازمتوں میں کوشش کر رہی ہیں اور سرکاری اداروں میں ملازمت کر رہی ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں بلکہ اپنے بہن بھائی کی کفالت بھی کر رہی ہیں لیکن جناب اسپیکر! پوسٹنگ اور ٹرانسفر کے قانون ہونے کے باوجود اس پر implementation نہیں ہو رہی۔ اور بعض عناصر اپنے مفادات کی خاطر ان خواتین کو دور دراز علاقوں میں ان کے تباہ لے کر دیتے ہیں اور ان کو تنگ کرتے ہیں ہمارا علاقہ قبائلی معاشرہ ہو

نے کی وجہ سے اول تو والدین خواتین کو بچیوں کو ملازمت کرنے نہیں دیتے۔ اور جب تبادلے دور دراز علاقے میں ہو جاتے ہیں تو خواتین اور بچیوں کو اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ تبادلہ ہے جو یہ سرکاری لوگ یہ عناصر ان کو تنگ کرنے کے لئے کرتے ہیں جناب اسپیکر! وہ خواتین جو با اثر ہیں وہ تو اپنے تبادلے اثر دراز کی وجہ سے احکامات کو منسون کرالیتی ہیں مگر غریب والدین سورس نہ ہونے کی وجہ سے یہم یہ نہ ختم ہونے والی پریشانی ان کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ جناب اسپیکر! میں آپ سے اور اس ایوان سے یہ رکوئیٹ کروں گی کہ جن جن علاقوں میں جو خواتین ملازمین جن علاقوں کی ہیں جہاں سے ان کو سیٹ ملتی ہے ان کو وہیں پر تعینات کیا جائے اور اس قرارداد کی یہ implementation کریں کہ جیسا کہ ڈاکٹروں کے لئے ہے کہ جن اخلاص سے انہوں نے سیٹ لی ہے ان کو وہیں پر پابند کیا جائے جناب اسپیکر! میں بھتی ہوں یہ صرف انفرادی مسئلہ نہیں ہے یہ سب کا ایک اجتماعی مسئلہ ہے اور میں اس معزز ایوان سے گزارش کرتی ہوں کہ یہ قرارداد کو منظور کرائیں ان خواتین اور بچیوں کا سہارا نہیں جو بے سہارا ہیں شکریہ!

جناب اسپیکر: او کے محترمہ کو موقع دے دیتے ہیں آپ بعد میں۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوج: جناب والا! یہ محترمہ رو بینہ عرفان صاحبہ یہ بہت اچھی قرارداد لے کر آئی ہیں میں اس کی مکمل حمایت کرتی ہوں کہ ہماری خواتین جو ہماری قبائلی علاقوں سے تعلق رکھتی ہیں جن کا پشتون اور بلوج علاقوں سے تعلق ہوتا ہے ایک تو وہ بہت مشکل سے تعلیم حاصل کرتی ہیں میٹرک تک یا ایف اے تک اس کے بعد job کا مسئلہ آتا ہے تو انہیں دور دراز علاقوں میں بھیجا جاتا ہے تو میں آپ سے یہ رکوئیٹ کروں گی کہ ان کو اپنے گھر کے پاس یا انہی علاقوں میں انہیں تعینات کیا جائے تاکہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ اپنے شوہر کے ساتھ ایک ہی فیملی میں رہ سکے۔ شکریہ!

جناب اسپیکر: شکریہ صدیقی صاحب! چونکہ آپ منظر ہیں آپ کو آخر میں موقع دیں گے۔  
جی رحمت علی صاحب!

رحمت علی بلوج: جناب اسپیکر! جہاں تک قرارداد کا تعلق ہے میرے خیال میں یہ تھا کہ پہنچنی ہے تو میں اس تراجمیں کے ساتھ اس میں ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ جو خواتین اپنے ڈسٹرک میں تعینات ہیں انہیں وہیں

رہنے دیا جائے اور جو قانون یا پالیسی موجود ہے اس پر عمل درآمد ہو اس قرارداد کی ہم بھرپور حمایت کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: مہربانی جی گلیو صاحب!

میر محمد عاصم کرد گلیو (وزیر مال): شکر یہ جناب اسپیکر! جیسا کہ ہماری بہن روینہ عرفان صاحب نے جو قرار پیش کی ہے میں اسکی مکمل حمایت کرتا ہوں اور یہ قرارداد حقیقت پرمنی ہے جناب اسپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ جب خواتین کو ایک ڈسٹرکٹ سے اٹھا کر دوسرے ڈسٹرکٹ میں ٹرانسفر کیا جاتا ہے وہ خواتین جو اتنی محنت اور لگن سے انہوں نے پڑھا ہے اور اسکے بعد وہ ملازمت کر رہی ہیں یہ کس طرح جائے دوسرے ڈسٹرکٹوں میں وہ کہاں رہیں گے ایسے ایک دو مسئلے تھے میرے ڈسٹرکٹ کے جو کہ ہمیلٹھ سے منسلک تھے اس کا ٹرانسفر بھاگ کیا ہوا تھا تو بیچاری رو رہی تھی مجھے آ کر کہا کہ میرا ٹرانسفر وہاں سے رکوئیں کیونکہ ہم بھاگ جیسے علاقے میں جائیں گے تو وہاں پر ہمارے رہنے کا بندوبست نہیں ہو گا اول تو کرایے کام کان وہاں نہیں ملتا ہے یا فرض کریں کہ وہاں کسی کے ساتھ رہیں گے تو کس طریقے سے رہیں گے جو ہمیں pay ملتی ہے وہ تو وہاں خرچ کریں گے ہمارے بوڑھے ماں باپ ہیں چھوٹی بہنیں ہیں بھائی ہے اسکا کیا گزارہ ہو گا لہذا میں بھی اس ہاؤس سے request کرتا ہوں کہ بالکل خواتین سے جو سینٹر قریب ہے وہاں انکو تعینات کیا جائے بہتر ہو گا مہربانی۔

جناب اسپیکر: جی آمنہ خانم

محترمہ آمنہ خانم: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر! میں اس قرارداد کی پرو رحمایت کرتی ہوں کیونکہ موجودہ دور میں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں انتہائی کم ہیں اور ایسی صورت میں ملازمین کو خاص طور پر خواتین کو اپنے علاقوں سے دور جا کر جاب کرنے میں بہت مشکل پیش آتی ہے اور جناب اسپیکر! بہت سے علاقے ایسے ہے جہاں پر بنیادی سہولیات تک میسر نہیں ہیں اسی صورت میں خواتین کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور میرے خیال سے اگر ان خواتین کو انہی علاقوں میں تعینات کیا جائے جہاں کے وہ رہائشی ہے تو میرے خیال سے وہ اپنے فرائض زیادہ احسن طریقے سے انجام دے سکیں گی لہذا اس قانون پر فوری طور پر عمل درآمد کیا جائے اور ان خواتین کو انہی علاقوں میں تعینات کیا جائے جہاں

وہ رہائش پذیر ہیں شکریہ!

جناب اپیکر: مولوی در محمد صاحب!

مولوی در محمد (وزیر حج اوقاف): جناب اپیکر! جہاں تک قرارداد کا مضمون ہے اس سے تو مجھے اختلاف نہیں ہے لیکن یہاں قرارداد میں جو لفظ لکھا گیا ہے کہ قبائلی معاشرے کی قدغن اس قدغن سے کیا مراد ہے اگر اس سے شرم و حیاء مراد ہے جیسے کہ اس کی مفہوم کو تواہ کیا جاتا ہے لیکن الفاظ کو نہیں کہا جاتا ہے تو اس کو قدغن کے لفظ سے تعبیر نہ کیا جائے بلکہ اس کو اس طرح بنائے قبائلی معاشرے کے شرم و حیاء کی بناء پر یہ دور نہیں جاسکتی ہے معنی بھی یہی چیز ہوتی ہے اگر قدغن ہے تو اسکو قدغن سمجھتے ہیں حیاء کو تو پھر جہاں جانا جائے وہ تو جاسکتی تو پھر یہ قدغن کیوں ہے اور قدغن ہے تو شرم و حیاء ہے تو اسکی وجہ سے نہیں جاسکتی ہے اس لفظ کے ساتھ مجھے اختلاف ہے اس لفظ کو کٹ کر قدغن کی بجائے کوئی اور لفظ ڈال دیا جائے۔

جناب اپیکر: حی عبدالرحیم صاحب!

عبدالرحیم زیارت وال ایڈ ووکیٹ: جناب اپیکر! شکریہ کہ جو قرارداد روپینہ عرفان صاحبہ لیکر آئی ہے بنیادی طور پر ہمیں اس قرارداد کی وجہ سے کچھ مسائل درپیش ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے دور دراز اضلاع کے ایک معنی میں ایجوکیشن کے لحاظ سے پیش رفت ہوئی تھی اگر ہم اس قرارداد کو اسی طرح سے پاس کر دیتے ہیں تو ہمارے بہت سے اضلاع ایسے ہیں کہ ان میں آپ کے پاس خواتین استانیاں یا خواتین ڈاکٹرز نہیں ہیں اب ڈاکٹرز ہم سب چاہتے ہیں اور یہاں مطالبہ بھی کرتے ہیں دور دراز علاقوں میں جہاں پر ہسپتال بنائے گئے ہیں وہاں پر خواتین کی پوسٹنگ منظور ہے لیکن خواتین ڈاکٹروں وہاں پر نہیں ہیں اگر ہم اس کو پاس کر دیتے ہے تو وہ خواتین وہاں پر جانہیں سکتی ہیں اور اگر اسکو پاس نہیں کرتے ہیں تو دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہو گا ان خواتین کی ہم جب ڈیوٹی بھی لگائیں گے تو جناب اپیکر! ہمیں مشکل درپیش ہو گی اور یہ کہ ہم نے جتنے بھی اسکوں گرزاں کے بنائے ہیں اس کیساتھ ہم نے خواتین اساتذہ کے اکموڈیشن نہیں بنائی ہے اب یہاں سے کہتے ہیں کہ تینواہ بند ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ خواتین کس طریقے سے ہر روز وہاں جائے اور واپس آئے یہ بھی ایک مسئلہ ہے اور یہی صورتحال خواتین ڈاکٹروں کو درپیش ہے کہ وہ خواتین ڈاکٹر جس ہسپتال میں جائے گی اگر وہاں اسکے رہنے کا انتظام بن دو بست نہیں ہو گا تو وہ وہاں پر کیسے

رہ سکتی ہے یہ بھی ایک مسئلہ ہمیں درپیش ہے جناب اسپیکر! اب ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے قرارداد کو ایسی شکل میں بنانا چاہیے کہ ان چیزوں پر ہماری جو ضرورتیں ہیں یہ پامال نہ ہوں مثال کے طور پر کوئی شہر ہے کوئی شہر میں ہمیں پڑھی لکھی بچیاں ملتی ہیں اور وہ دوسرے علاقوں میں جا کے خدمت کر سکتی ہیں لیکن اس کے لیے اگر یہ پھر مشکلات ہو کہ وہ جانے سکتیں گی اور دوسرا بات یہ ہے کہ جن اضلاع میں ہمارے پاس جو پوشیں ہیں اب جو پلک سروں کمیشن سے filup کی جاتی ہیں اس میں کوئی مثال کہ ہمارے پاس ۶ پوشیں ہیں اور کوئی شہر میں ہمارے پاس ۲۰۰ کو الیغا یہ ڈیچیاں ہیں اور پوشیں ۶ ہیں ایک اور ضلع ہے اس میں ہمارے پاس پوشیں ۱۰ ہیں اور وہاں ایک پچھی ہے دوسرے ضلعے میں یہی صورتحال ہے تو کس طریقے سے ہم اسکو adjust کریں گے یہ بھی ہمیں مشکل درپیش ہے کہ کیا جہاں پر پوشیں خالی ہیں اور یہاں پر امیدوار ہے ہمارے پاس کیا انکو وہاں نہیں جانا چاہئے وہاں نہیں لگوانا چاہئے اب وہ جب وہاں لگیں گی ان کے لگنے کے بعد آپ انکو تین سال تک ٹرانسفر نہیں کریں گے اور تین سال کے بعد یہ ان کا حق بتتا ہے کہ اگر خواتین ٹیچر یا ڈاکٹر کوئی میں ہے تو کیا اس کو وہاں ٹرانسفر نہیں کریں گے یہ بھی ہمیں مسئلہ درپیش ہے ایک ٹیچر نے تو ٹھیک نہیں اٹھایا ہے کہ وہ وہاں پر ۱۰ اسال پڑھائیں یا ڈاکٹر جہاں پر ہے وہ وہاں پر ۱۰ اسال خدمات سر انجام دیں تو اس قسم کی جو ہماری مشکلات ہیں یہ مشکلات ہمارے ہاؤس کے سامنے ہیں یا تمام ساتھی اور دوست ہیں اس میں ٹریڈی ٹچر کے اور اپوزیشن کے یہ سب ان کو دیکھ لیں اپنی ان ضروریات کو منظر کھراں قرارداد کو آج کے بعد ہوا یہی شکل میں لائی جائے تاکہ ہماری جو ضروریات ہیں اس پر قدغن نہ لگے اور اس پر پابندی نہ آئے اور ہماری ضروریات پوری ہوں اور ناقص یہ جو ٹرانسفر کرتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے اس میں کسی قسم کی زاتیات بھی نہ ہو اسکو کیسے بنائیں گے سارے دوست بیٹھے ہیں۔

جناب اسپیکر: ok آج اسمبلی میں مجھے بہت مزہ آ رہا ہے آج ایک سنجیدہ مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے اور بالکل اس میں اس چیز کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ اسے کیسے کریں گے اسی طرح ہم اپنے مسائل کو حل کر سکتے ہیں تو انشاء اللہ عوام بھی خوش ہونگے اور مسائل بھی حل ہونگے تو ایک بات میں کہوں گا کہ آج ہاؤس پر خواتین چھائی ہیں ساری کارروائی خواتین کے مسئللوں پر ہو رہی ہے میں ان کا بھی مشکل ہوں۔

میر جان محمد جمالی: جناب اسپیکر! خواتین صرف ہاؤس میں نہیں ہیں آپ کے خانہ میں میرے خانہ میں چھائی ہوئی ہیں کہتے ہیں کہ بڑے بڑے شیر بکری ہو جاتی ہے۔

جناب اسپیکر: جان محمد جمالی صاحب آپ بات سنیں یہ بہت عرصہ سے خاموش تھیں آج انہوں وہ بہت اچھی قرارداد لائی ہیں تو میں ان کا مشکور ہوں جی شیر صاحب!

میر شیر احمد بادینی: جناب اسپیکر! میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں جہاں تک زیارت وال صاحب نے کہا کہ کچھ اضلاع ایسے ہیں کہ ان میں ہمیں ابجو کیٹیڈ لر کیاں نہیں ملتیں تو اس میں یہ چیز لائی جائے کہ جس ضلعے میں ابجو کیٹیڈ عورتیں نہیں ملتیں اس کے ساتھ جو ضلع ہے اس سے عورتیں لائی جائیں ایسا نہ ہو کہ پنجگور سے کسی کا ٹرانسفر کوئی کیا جائے ہم یہ نہیں کہتے ہیں۔

جناب اسپیکر: صدیقی صاحب کافون ہے محمد حسنی صاحب آپ بولیں۔

میر جبیب الرحمن محمد حسنی (وزیر جیل خانہ جات): جناب اسپیکر! اس میں میں ایک ترمیم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مرد حضرات کو بھی ان کے علاقوں میں تعینات کیا جائے اس میں ان کا کیا قصور ہے۔

جناب اسپیکر: یہ تو کیا already قانون پہلے سے موجود ہے۔

میر جبیب الرحمن محمد حسنی (وزیر جیل خانہ جات): کیا سر! پھر گزارہ نہیں کر سکتے ہیں؟

جناب اسپیکر: Ok جی صدیقی صاحب!

عبدالواحد صدیقی (وزیر تعلیم): جناب اسپیکر صاحب! قرارداد نمبر ۱۰۰ کا جہاں تک تعلق ہے یہ حقیقت ہے اور یہ بہت بڑا ہم مسئلہ ہے اس کو اگر سنجیدگی سے لیا جائے اور اس کی بغیر فیز بلڈی کے پاس کیا جائے تو ظاہر ہے اس سے ہمارے لئے بہت سارے مسائل درپیش ہوئے حال ہی میں جب ہماری اسمبلی بنی تھی اور ہم نے حلف اٹھایا اس سے پہلے پلک سروں کمیشن نے کوئی چھسو کے لگ بھگ ایسیں ایسیں سائنس کے نوٹیفیکیشن کئے تھے اس کے لئے میں پورے چھ ماہ لگا رہا لیکن ان کو ایڈ جسٹ نہ کر سکا اس لئے ہمارے اکثر اضلاع ایسے ہیں جیسے کہ مندر، تربت، گوادر، چاغی، بولان، قلات، تلعہ سیف اللہ، لورا لائی، موسیٰ خیل ژوب اور خضردار یہ سارے اضلاع ایسے ہیں جہاں پر کسی نے پلک سروں کمیشن کو پاس نہیں کیا ہے جتنی بھی لڑکیاں امیدوار پاس ہوئی ہیں وہ سارے ضلع کوئی سے تعلق رکھتی ہیں اب ظاہر ہے کمیشن نے اوپن

میرٹ پرسارے بلوچستان سے ٹیکٹ انٹرویو لئے ہیں ظاہر ہے اس نے نویکیشن بھی کیا ہے اور ہم نے ان کو ایڈ جسٹ بھی کرنا ہے اگر ہم ان کو چاغی بھیجتے ہیں تو دوسرے دن واپس آ جاتی ہے کہ ہمارا شوہر یہاں رہ رہا ہے یا ہمارے والدین یہاں رہ رہے ہیں اب ہم نے ایک حد تک یہ کوشش کی ہے اور اب جو ہم نے انٹرویو لئے ہیں ان میں ہم نے ایک شرطیہ شق ڈالی ہے کہ مقامی امیدوار کو ترجیح دی جائے اگر اس کی کویکیشن کم بھی ہو فیصلہ سائیڈ پر۔ تب بھی کم از کم اس ضلع سے لیا جائے یہ بہت بڑا مسئلہ ہے ہمارے جو بہت بیک ورڈ ایریا زیاد ہیں وہاں ظاہر نہیں مردوں کی کوایفائیڈ بھی نہیں مل سکتے ہیں تو عورتوں میں ہمیں کیا مل سکتا ہے تو یہ مسئلہ ہے اور جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے واقعی یہ حقیقت ہے کہ یہ قرارداد صحیح ہے لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے تو سارے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں یہ کبھی نہیں ہو سکتا اب ہم نے میرٹ لسٹ کو مدنظر رکھ کر ان کو ایڈ جسٹ کرنے کی کوشش کی ہے پہلے نمبر پر جو آئی ہے اس کو میں نے کوئی دیا ہے اور یہ بھی کوشش کی ہے اگر candidate کوئی کمی ہو تو اگر اس کے لئے کوئی میں میں پوسٹ اور یہ بھی کوشش کی ہے اگر وہ مستونگ کی ہے اور اگر اس کے لئے مستونگ میں پوسٹ نہیں ہے ہم نے اس کو قلات میں رکھا ہے اس طرح ہم نے ترتیب بنا دی ہے لیکن ہر کسی کو اپنے خاوند کے ساتھ رکھنا یا اپنے والدین کے ساتھ رہنا یہ انتہائی مشکل ہے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں یہ کبھی ہو نہیں سکتا ایک حد تک تو ہم نے یہ کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود جب ساری لڑکیاں کوئی کمی ہوں اور پوسٹنگ چاغی میں ہونو شکی میں تربت میں ہو گواہ میں ہو تو اس کو کس طرح ہم کھپا سکتے ہیں فی الحال ہم نہیں کر سکتے ہیں اگر دیکھیں گواہ میں ہمارا ایک ہائی اسکول ہے گواہ گرلز ہائی اسکول ہے لیکن وہاں پر ہمیں مقامی سٹاف نہیں ملتا ہے یہاں سے کوئی جاتا نہیں ہے اب وہاں کی پوزیشن یہ ہے جیسے یہاں اسمبلی میں پہلے بات ہوئی ہے ان کی لڑکیاں بواتر ہائی اسکول میں آتی ہیں وہاں کوئی چھسو کے لگ بھگ بواتر ہائی اسکول میں آتی ہیں وہاں پڑھتی ہیں وہاں سے ہمیں صرف دوالیں الیں ٹی مل رہے ہیں پورے گواہ میں صرف دو ہائی اسکول ہے اور اس کا سٹاف چھپیں تیس تک ہے وہ ہمیں نہیں مل رہا ہے تو ظاہر ہے یہ ہمیں یہاں سے بھجوانا ہے جب ہم یہاں سے نہیں بھجوائیں گے اور وہاں سے ہمیں مقامی لوگ نہیں ملتے ہیں تو یہاں سے بھجوانا ہے تو میرے خیال میں یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اس قرارداد کی ایک حد تک

تو ہم حمایت کرتے ہیں لیکن اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے میرے خیال میں اگر اس کو پاس کیا جائے تو ہم اس کے پابند ہونگے ہمارے اکثر اخلاعِ موسیٰ خیل، ثوبِ ضلع لور الائی یا چاغی تربت گوارتک خضدار تک ہمیں لڑکیاں نہیں ملتی ہیں ہمارے وہاں تعلیمی ادارے بند ہو جائیں گے ظاہر ہے ہم نے وہاں تعلیمی اداروں کو تو بند نہیں کرنا ہے ایک حد تک ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ جس کے جہاں تین سال پورے ہوں ہم اس کو واپس لے آئیں اس طرح ہم نے ترتیب بنائی ہے ہر ایک کو اپنے شوہر کے ساتھ رکھنا والدین کے ساتھ رکھنا یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے لہذا اس قرارداد پر زور نہ دیا جائے اس لئے یہ ہماری مجبوری ہے۔

جناب اپیکر: صدقیتی صاحب! آپ نے بہت اچھی مجبوری بیان کی ہے لیکن عبدالرحیم صاحب نے بھی اس کی وضاحت کی ہے لیکن اس کا سنجیدہ حل ڈھونڈا جائے مولا نا واسع صاحب آپ تھوڑی سی رہنمائی کریں کہ ہم اس کا کیا کریں۔

مولانا عبد الواسع (سنیروزیر): جناب اپیکر! جن با توں ل کی نشاندہی جناب رحیم زیارتوال نے کی ہے ایجوکیشن منستر نے کی ہے ہم بھی یہ ضرورت محسوس کر رہے تھے ایجوکیشن یا ہیلٹھ یہ دونوں ایسے حساس ملکے ہیں کہ اگر یہ ہم قرارداد پاس کر لیں اس سے کوئی غلط فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا ہے تو میں محترم رو بینہ عرفان سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ اسے جیسے شمع اسحاق کی قرارداد ہم نے کمپنی کے حوالے کی یہ بھی اس طرح اس کے لئے دوبارہ ترتیب بنائے تاکہ ہم اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور اس کا جائزہ لیا جائے کہ اس کے نقصانات کتنے ہیں ایجوکیشن کے حوالے سے اور ہیلٹھ کے حوالے سے اور فائدے کتنے ہیں اس سے کوئی غلط فائدہ تو نہیں اٹھا سکتا ہے ہم سمجھتے ہیں یہ واقعی خواتین کے لئے مشکل کام ہے کہ باہر جانا یا اپنے شوہر سے یا اپنے گھروں سے باہر جانی یہ ہمارے معاشرے کے حوالے سے کیونکہ ہمارے معاشرے میں ایک شرم اور حیا کا معاشرہ ہے یہ دوسرے علاقوں میں نہیں رہ سکتے ہیں لیکن یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ جہاں کوئی ہسپتال ہوا اور وہاں کوئی لیڈی ڈاکٹرنہ ہو تو وہاں جو ڈلیوری کے کیس ہوں گے اور اکثر علاقوں میں اب بھی اس طرح ہے کہ وہاں اب بھی مرد ڈاکٹر کرتے ہیں تو یہ بھی ہمارے علاقے اور ہماری بہنیں ہیں اور علاقے کے لئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں اس کو ذرا موخر کر دیں اس کی دوسرے طریقے سے ترتیب بنائیں تاکہ ہم یہ خواتین کی مشکل بھی ختم کر دیں تاکہ ان کا تحفظ ہو جائے اور وہاں ہمارے لئے آسانی ہو۔

جناب اسپیکر: تو اس کے لئے کوئی کمیٹی نہ بنائیں؟

مولانا عبد الواسع (سنیئر وزیر): میرے خیال میں کمیٹی نہ ہو۔

جناب اسپیکر: جمالی صاحب!

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): میری ایک suggestion ہے آپ کی اسمبلی کی جو ایجوکیشن کمیٹی ہوگی اس کے سپر داس کو کر دیں تاکہ وہ اس کے لئے لا ج عمل بنادے پھر ایوان کے سامنے پیش کرے۔

جناب اسپیکر: اس میں تو خواتین کی نمائندگی ہے تو میرے خیال میں حافظ صاحب اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیں جی۔

حافظ محمد اللہ (وزیر صحت): اس قرارداد کا تعلق صدیقی صاحب ایجوکیشن اور میرے ڈیپارٹمنٹ سے ہے وہ اس کے منسٹر ہیں میرے خیال میں اس کے لئے ایجوکیشن اور ہیلتھ بیٹھ کر کوئی پالیسی بنائیں اور اس پر عمل کریں وہ اچھا ہوگا۔

جناب اسپیکر: دونوں ہیں ہیلتھ والے بھی ہیں اسمبلی کی جو سینیڈنگ کمیٹی ہے وہ صحیح ہے پھر اگر کمیٹی کی ضرورت محسوس ہو اور کوئی expert بلا ناچا ہے وہ کمیٹی کا کام ہے تو فی الحال اس قرارداد کو ایجوکیشن کمیٹی کے حوالے کرتے ہیں اور کے۔

### موجودہ ترمیمی نوٹس

جناب اسپیکر: کچکوں علی ایڈوکیٹ صاحب بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کا رجسٹری ۱۹۷۴ء کے قاعدہ نمبر ۱۲۰ اور ۱۶۵ کے قاعدہ نمبر ۲۳۳ کے تحت تراجمیم کا نوٹس دیا ہے نوٹس یہ ہے کہ قاعدہ نمبر ۱۱۷۰ اجلاس کا کورم مجلس کے اجلاس کا کورم چار منتخب ارکان کی بجائے تمام کمیٹیوں میں لفظ پانچ کا انداراج کیا جائے۔

### مجلس حسابات کی تشکیل۔

قاعدہ نمبر ۱۶۰:- مجلس حسابات عامد کی تشکیل مجلس کے لئے کورم تین کی بجائے لفظ چھ کا اضافہ کیا جائے اور انداراج کیا جائے۔

قاعدہ نمبر ۱۶۵:- مجلس برائے مالیات کی تشکیل نئی شق چار کا اضافہ۔

یہ کاہ مذکورہ کمیٹی کا کورم چیسر میں کے علاوہ دیگر پانچ ارکان پر مشتمل ہو گئی شق چار کا اضافہ کیا جائے سوال یہ کہ آیا جناب چکول صاحب کو مذکورہ ترا میمی پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟ (اجازت ہے) چکول علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب یہ کہ تمام کمیٹیوں کی ممبر کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا ہے۔

جناب اسپیکر: محکم ترمیم نمبر ایک پیش کریں۔

چکول علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): نوٹس یہ ہے کہ قاعدہ نمبر ۱۶۰ اجلاس کا کورم مجلس کے اجلاس کا کورم چار منتخب ارکان کی بجائے تمام کمیٹیوں میں لفظ پانچ کا اضافی انداز کیا جائے۔

جناب اسپیکر: اب محکم موجودہ ترمیم کی تحریک نمبر دو پیش کریں۔

چکول علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): مجلس حسابات کی تشکیل قاعدہ نمبر ۱۶۰ مجلس حسابات عامہ کی تشکیل مجلس کے لئے کورم لفظ تین کی بجائے لفظ چھ کا اضافہ کیا جائے انداز کیا جائے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ موجودہ ترا میم کو زیر بحث لا یا جائے؟

چکول علی ایڈ ووکیٹ (قائد حزب اختلاف): مجلس مالیات کی تشکیل۔ قاعدہ نمبر ۱۶۵ مجلس مالیات کی تشکیل نئی شق چار کا اضافہ۔

یہ مذکورہ کمیٹی کا کورم چیسر میں کے علاوہ دیگر پانچ ارکان پر مشتمل ہو گئی شق میں چار کا اضافہ کیا جائے؟

جناب اسپیکر: او کے۔ اس پر کوئی بولنا تو نہیں چاہے گا سوال یہ ہے کہ پیش کی گئی موجودہ ترا میم کو منظور کیا جائے؟

میر عبدالرحمن جمالی (وزیر ایں ایڈ جی اے ڈی و پارلیمانی امور): جناب! اس میں میں صرف ایک گزارش کروں گا چونکہ لیڈر آف دی اپوریشن کی بڑی اچھی ترا میم ہیں۔ اس کی وجہ سے یہ ہیکہ اب ہر کمیٹی میں ممبر صاحبان کی تعداد بڑھ گئی ہے تو پہلے شاید کورم ہوتا تھا تین ممبروں کا۔ اب یہ جو تجویز انہوں نے پیش کی ہے وہ پانچ ممبروں کی ہے تو میرے خیال میں اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ موجودہ پیش کی گئی ترا میم کو منظور کیا جائے؟ (ترا میم منظور کی گئیں)

جناب اپیکر: اب زیر و ہاور کی باری آتی ہے ایوان ممبر ان تھک بھی گئے ہونگے اور نماز کا بھی ٹائم ہے آج صحیح کارروائی ہو چکی ہے اگر آج ہم زیر و ہاور چھوڑ دیں ٹھیک ہے۔  
 اب اسمبلی کا اجلاس ۲۳ جنوری ۲۰۰۷ء صحیح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔  
 (اسمبلی کا اجلاس پانچ بجکر پچاس منٹ پر ملتوی ہو گیا)

---



---



---